ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
www.tanzeem.org
35
یکم تا 7 محرم الحرام 1440ھ / 11 تا 17 ستمبر 2018ء

اس شمارے میں

فتح سے لے کر منہ چھپائی تک

ضمیر کی آواز اور انبیاء کرامؑ کی تعلیمات

مطالعہ کلام اقبال (85)

ہالینڈ میں گستاخانہ خاکوں کی جسارت

کامیابی کا صرف ایک راستہ

صبر کیجیے!

اسلامی ہجری کیلنڈر کی ابتداء کب سے ہوئی؟

حسن البناء شہیدؒ اور تحریک اخوان المسلمون

مغربی تہذیب کی پیروی کے نتائج!

"اجتماع و معاشرت اور سوشل زندگی میں مغربی طریقوں کی پیروی اور ان کے اصولِ زندگی اور طرزِ معاشرت کو قبول کر لینا اسلامی معاشرہ میں بڑے دور رس نتائج رکھتا ہے۔ اس وقت مغرب ایک اخلاقی جذام میں مبتلا ہے، جس سے اس کا جسم برابر کٹتا اور گلتا چلا جا رہا ہے اور اب اس کی عفونت پورے ماحول میں پھیلی ہوئی ہے۔ اس مرضِ جذام کا سبب (جو تقریباً لاعلاج ہے) اس کی جنسی بے راہ روی اور اخلاقی انارکی ہے جو بہیمیت و حیوانیت کی حدود تک پہنچ گئی ہے، لیکن اس کیفیت کا بھی حقیقی و اوّلیں سبب عورتوں کی حد سے بڑھی ہوئی آزادی، مکمل بے پردگی، عریانی اور مرد و زن کا غیر محدود اختلاط اور شراب نوشی تھی۔ کسی اسلامی ملک میں اگر عورتوں کو ایسی ہی آزادی دی گئی، پردہ یکسر اٹھا دیا گیا، دونوں صنفوں کے اختلاط کے آزادانہ مواقع فراہم کیے گئے، مخلوط تعلیم جاری کی گئی تو اس کا نتیجہ اخلاقی انتشار اور جنسی انارکی، سول میرج، تمام اخلاقی و دینی حدود و اصول سے بغاوت، اور بالاختصار اس اخلاقی جذام کے سوا کچھ نہیں جو مغرب کو ٹھیک انہی اسباب کی بنا پر لاحق ہو چکا ہے۔ ان اسلامی ملکوں میں جہاں مغربی تہذیب کی پُرجوش نقل کی جا رہی ہے اور جہاں پردہ بالکل اٹھ گیا ہے اور مرد و زن کے اختلاط کے آزادانہ مواقع حاصل ہیں، پھر صحافت، سینما، ٹیلی ویژن، لٹریچر اور حکمراں طبقہ کی زندگی اس کی ہمت افزائی بلکہ رہنمائی کر رہی ہے، وہاں اس جذام کے آثار و علامات پوری طرح ظاہر ہونے لگی ہیں، اور یہ قانونِ قدرت ہے، جس سے کہیں مفر نہیں۔"

مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ

اللہ تعالیٰ سازشوں سے واقف ہے

الھدیٰ (818)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

سُورَةُ الْاَنْبِيَاءِ — بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ — آیات:4 تا 6

قٰلَ رَبِّیۡ یَعۡلَمُ الۡقَوۡلَ فِی السَّمَآءِ وَ الۡاَرۡضِ ۫ وَ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۴﴾ بَلۡ قَالُوۡۤا اَضۡغَاثُ اَحۡلَامٍۭ بَلِ افۡتَرٰىہُ بَلۡ ہُوَ شَاعِرٌ ۚۖ فَلۡیَاۡتِنَا بِاٰیَۃٍ کَمَاۤ اُرۡسِلَ الۡاَوَّلُوۡنَ ﴿۵﴾ مَاۤ اٰمَنَتۡ قَبۡلَہُمۡ مِّنۡ قَرۡیَۃٍ اَہۡلَکۡنٰہَا ۚ اَفَہُمۡ یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۶﴾

کافروں کی سرگرمیوں کی خبریں حضور ﷺ تک پہنچتی تھیں۔ آپؐ کو یقیناً اس سے بہت صدمہ پہنچتا ہوگا کہ اگر کوئی اللہ کا بندہ ہدایت قبول کرنے پر آمادہ ہوا تھا تو اس کو پھر ورغلا کر بھٹکا دیا گیا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ ان کے آپس کے شیطانی مشوروں کا سنتے تو یوں فرماتے:

آیت ۴ ﴿قٰلَ رَبِّیۡ یَعۡلَمُ الۡقَوۡلَ فِی السَّمَآءِ وَ الۡاَرۡضِ ۫ وَ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۴﴾﴾ ”رسولؐ نے کہا کہ میرا رب جانتا ہے ہر اُس بات کو جو آسمان اور زمین میں ہے' اور وہ سب کچھ سننے والا' سب کچھ جاننے والا ہے۔“

آیت ۵ ﴿بَلۡ قَالُوۡۤا اَضۡغَاثُ اَحۡلَامٍۭ﴾ ”بلکہ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ (کلام) پریشان خیالات ہیں“

کبھی وہ کہتے کہ یہ اللہ کا کلام تو ہرگز نہیں ہے' بلکہ محمد (ﷺ) سوتے میں خواب دیکھتے ہیں اور خوابوں کے پراگندہ خیالات پر مبنی باتیں لوگوں کو سناتے رہتے ہیں۔

﴿بَلِ افۡتَرٰىہُ﴾ ”بلکہ اس نے خود گھڑ لیا ہے“

کبھی کہتے کہ یہ کلام تو خود ان کا اپنا گھڑا ہوا ہے مگر یہ غلط طور پر اسے اللہ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔

﴿بَلۡ ہُوَ شَاعِرٌ ۚ﴾ ”بلکہ یہ تو شاعر ہے۔“

کبھی کہتے کہ خداداد شاعرانہ صلاحیت کی بنا پر ان پر آمد ہوتی ہے اور یوں یہ کلام ترتیب پاتا ہے۔

﴿فَلۡیَاۡتِنَا بِاٰیَۃٍ کَمَاۤ اُرۡسِلَ الۡاَوَّلُوۡنَ ﴿۵﴾﴾ ”تو اسے چاہیے کہ وہ لائے ہمارے پاس کوئی معجزہ جیسے (معجزات کے ساتھ) پہلے رسولوں کو بھیجا گیا تھا۔“

اور کبھی کہتے کہ اگر یہ واقعتاً اللہ کے رسول ہیں تو پھر پہلے رسولوں کی طرح ہمیں کوئی معجزہ دکھائیں۔

آیت ۶ ﴿مَاۤ اٰمَنَتۡ قَبۡلَہُمۡ مِّنۡ قَرۡیَۃٍ اَہۡلَکۡنٰہَا ۚ﴾ ”نہیں ایمان لائی کوئی بستی ان سے پہلے جس کو ہم نے ہلاک کیا۔“

ان سے پہلے بہت سے رسولوں کو حسی معجزات دیے گئے تھے جو انہوں نے اپنی قوموں کو دکھائے' مگر ان میں سے کوئی ایک قوم یا کوئی ایک بستی بھی ایسی نہیں تھی جو ان معجزات کو دیکھ کر ایمان لائی ہو۔ چنانچہ وہ لوگ واضح معجزات کو دیکھ کر بھی ایمان نہ لائے اور آخر کار ہلاکت ہی ان کا مقدر بنی۔

﴿اَفَہُمۡ یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۶﴾﴾ ”تو کیا یہ لوگ (کوئی معجزہ دیکھ کر) ایمان لے آئیں گے؟“

فرمان نبویؐ

اللہ تعالیٰ دلوں کو دیکھتا ہے

عَنۡ أَبِی هُرَيۡرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ: ((إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا يَنۡظُرُ إِلَى صُوَرِكُمۡ وَأَمۡوَالِكُمۡ وَلَكِنۡ يَنۡظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمۡ وَأَعۡمَالِكُمۡ)) (متفق علیہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور مال و دولت کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔“

تشریح: اللہ کی نظر رحمت و عنایت میں تمہاری صورتوں اور تمہارے اموال کا کوئی اعتبار نہیں ہے، کیونکہ اس کے نزدیک نہ تو اچھی یا بری صورت کی کوئی حیثیت ہے اور نہ مال و متاع کی کمی یا بیشی کی کوئی اہمیت ہے۔ اللہ کے ہاں تو بس اس چیز کو دیکھا جاتا ہے کہ تمہارے دل میں یقین و صدق اور اخلاص وغیرہ کتنا ہے، یا نفاق اور ریاء وغیرہ کتنا ہے۔ ہر مسلمان کو چاہیے کہ اپنے ہر عمل اور ہر سانس کو خالص اللہ کی رضا اور خوشی کے لیے وقف کر دے۔ اپنی پوری زندگی احکامِ الٰہی کے مطابق گزارنے کی کوشش کرے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اخلاص کے ساتھ زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کی توفیق دے۔ ریا اور نفاق جیسے اعمال بد سے ہمیں بچائے رکھے۔ آمین

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

یکم تا 7 محرم الحرام 1440ھ — جلد 27
11 تا 17 ستمبر 2018ء — شمارہ 35

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فریداللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
"دارالاسلام" ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 79-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 450 روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا ------------------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فتح سے لے کر منہ چھپائی تک

ریاست ہائے متحدہ امریکہ، جو سپریم پاور آف دی ورلڈ ہونے کی دعوے دار ہے، کے وزیر خارجہ مائیک پمپیو 5 ستمبر کو پاکستان تشریف لائے۔ ان کے ساتھ افغانستان میں موجود امریکی فوج کے چیف کمانڈر جوزف ڈونفورڈ، جیمز میٹس اور پاک افغان امور کے انچارج زلمے خلیل زاد بھی تھے۔ یہ انتہائی طاقتور وفد درحقیقت افغانستان اور بھارت کے دورے کے لیے تشکیل دیا گیا تھا۔ بھارت اب امریکہ کا اتحادی ہے۔ اس وقت بھارت امریکہ دوستی انتہا پر ہے۔ بھارت کے بارے میں یہ تاثر ہے کہ وہ منی سپر پاور بن چکا ہے اور اس خطے میں امریکہ کا واحد حلیف ہے۔ دونوں ممالک اس بات کے شدید خواہش مند ہیں کہ خطے میں بھارت کی بالادستی قبول کی جائے۔ امریکی خواہش ہے کہ پاکستان بھارت کی بالادستی قبول کرکے امریکہ کی China Containment Policy میں اس کا بھرپور ساتھ دے جبکہ پاکستان کی عسکری قیادت اور عوام کی عظیم اکثریت چاہتی ہے کہ پاکستان مرتا مر جائے مگر بھارتی بالادستی قبول نہ کرے۔ اس حوالے سے وہ امریکی خواہش کو کسی صورت پورا کرنے کو تیار نہیں لہٰذا اس اختلاف نے امریکہ اور پاکستان میں خلیج پیدا کر دی ہے اور امریکہ بھارت قربت میں بہت اضافہ ہو گیا ہے۔ امریکہ کا یہ طاقتور وفد بھارت سے تجارتی، سماجی، سیاسی اور عسکری تعلقات کو مزید مستحکم کرنے اور افغانستان کے بارے میں ایک مشترکہ سٹریٹجی ترتیب دینے کے لیے دہلی جا رہا تھا کہ پاکستان میں نئی حکومت آنے کی وجہ سے اس نے اسلام آباد میں پانچ گھنٹے کا سٹاپ اوور کرنا مناسب سمجھا تاکہ نئی حکومت کے نقطہ نظر کو سمجھا جائے اور یہ چیک کیا جائے کہ وہ امریکہ سے تعلقات کے حوالے سے کیا نظریات رکھتی ہے۔ اس لیے بھی کہ ستر سال میں پاکستان میں شاید پہلی حکومت آئی ہے جس میں امریکہ کی رضامندی اور خواہش شامل نہیں خاص طور پر نائن الیون اور افغانستان پر قبضہ کے بعد پاکستان امریکہ کے لیے بہت اہمیت اختیار کر چکا ہے۔ یہاں اگر اس کے اشارۂ ابرو پر ناچنے والی حکومت نہیں ہو گی تو اس کے لیے مسائل پیدا ہو سکتے ہیں۔ نائن الیون سے پہلے بھی پاکستان کی ہر حکومت امریکہ کی گود میں بیٹھنا اپنے لیے باعث فخر سمجھتی تھی۔ یہی حال افواج پاکستان کا تھا۔ لیکن نائن الیون کے بعد تو ہم نے اپنے مفادات کو تج کر کے امریکی ایجنڈے کو خطے میں جس طرح آگے بڑھایا ہے اور امریکی مفادات پر جس طرح جان و مال قربان کیا ہے وہ اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ دوستی کے نام پر غلام اور آقا کا رشتہ تو ایک عرصہ سے چل ہی رہا تھا۔

اب کچھ عرصہ سے صورت حال یہ بن گئی تھی کہ امریکہ ہم سے اپنا کام بھی نکلواتا تھا اور رویہ انتہائی نفرت انگیز رکھتا تھا۔ چند (کروڑ) ڈالر سیاسی اور عسکری قیادت کے آگے پھینک دیتا تھا پھر ڈنڈے سے کام لیتا تھا۔ ہم تو شاید بدلنے والے نہیں تھے اور شاید یہ مطالبہ کرنے والے تھے کہ جوتے مارنے والوں کی تعداد بڑھائی جائے لیکن اللہ کو اس قوم پر رحم آ گیا۔ خطے میں امریکہ کی دشمن قوتیں ابھرنے

لگیں۔افغانوں کے ہاتھوں زخمی روس کو پیوٹن کی قیادت مل گئی اور اس نے سنبھلنا شروع کر دیا۔ڈینگ ژیاؤ پنگ (Deng Xiaoping) کی پالیسیوں نے چین کو معاشی جن بنا دیا۔عسکری لحاظ سے بھی چین پہلے سے زیادہ طاقتور ہو گیا۔امریکہ بروقت حالات کا صحیح اندازہ نہ کر سکا۔اس نے پاکستان خاص طور پر ہماری فوج کے خلاف نفرت اور حقارت کا رویہ جاری رکھا۔امداد میں بھی زبردست کٹوتی کر دی۔ اب مفت میں گھوڑیاں کون سہے۔پاکستان کی فوج جو ایک عرصہ سے کچھ سیاست دانوں کی نااہلی اور زیادہ اپنی جابرانہ پالیسی کی وجہ سے خارجہ پالیسی پر مکمل قبضہ کر چکی تھی اس نے آہستہ آہستہ امریکہ سے دوری اختیار کر کے خطے کی نئی طاقتوں سے خاص طور پر چین سے اپنی قربت بڑھا لی تھی۔ادھر بھارت علاقے کی سپر طاقت بننے کے شوق میں چین سے بہت زیادہ بگاڑ پیدا کر چکا تھا۔امریکہ سے دوستی اور تجارتی تعلقات بڑھانے کی وجہ سے روس جس کا وہ کسی زمانے میں اتحادی تھا‘ اس سے تعلقات میں کھچاؤ آ گیا۔قدرتی طور پر ہمارے لیے یہ صورت حال بڑی اچھی ہو گئی لہٰذا اس کا نتیجہ ہے کہ امریکی وزیر خارجہ کی قیادت میں یہ انتہائی طاقتور وفد پاکستان میں کوئی خاص پذیرائی حاصل نہ کر سکا۔امریکی وزیر خارجہ پاکستان آئے تو ہوائی اڈے پر نہ پاکستان کا وزیر خارجہ ہو نہ سیکرٹری خارجہ ہو‘ یہاں تک کہ وزارت خارجہ کے سینئر افسران نہ ہوں‘ محض جونیئر افسران کا استقبال کریں‘ یہ انہونی تھی جو بہرحال ہوئی۔وزیراعظم عمران خان امریکی وزیر خارجہ کا وزیراعظم سیکرٹریٹ میں بھی استقبال نہ کریں بلکہ میٹنگ روم میں ان کے پہنچنے کے بعد داخل ہوں‘ یہ نقشہ ہم نے آج سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔پھر یہ کہ جب میٹنگ شروع ہونے سے پہلے امریکی صحافی عمران خان سے پوچھتے ہیں کہ آپ ان مذاکرات کے حوالے سے کیا توقعات رکھتے ہیں تو ان کا جواب یہ تھا کہ میں بنیادی طور پر ایک کھلاڑی ہوں اور ہمیشہ میدان میں جیتنے کے لیے اترتا ہوں۔اس جواب پر امریکی وزیر خارجہ بڑی کھسیانی سی ہنسی ہنسے۔

ہم قارئین کو یہ بتاتے چلیں کہ مائیک پمپیو چند ماہ پہلے سی آئی اے کے ڈائریکٹر تھے‘ لیکن جلد ہی دوسرے لوگوں کو ہٹا کر انہیں ترقی دے کر وزیر خارجہ بنا دیا گیا۔صرف اس لیے کہ وہ اسلام سے دشمنی کے حوالے سے بہت مشہور ہیں‘ پاکستان سے بھی سختی سے نمٹنے کا موقف رکھتے ہیں۔لیکن معلوم ہوتا ہے کہ وہ عیار سفارت کار بھی ہیں‘ انہوں نے پاکستان آ کر بڑی خوشی کا اظہار کیا۔ماضی کی باتوں کو بھلا کر مستقبل میں تعلقات ری سیٹ کرنے کی بات کی۔پاکستان جو دیوالیہ ہوا چاہتا ہے اُسے آئی ایم ایف پیکج کے حوالے سے مخالفت نہ کرنے کی یقین دہانی بھی کرائی۔ البتہ حسب معمول یہ کہنا نہ بھولے کہ پاکستان کو اب دہشت گردی کے حوالے سے فیصلہ کن اقدامات کرنے ہوں گے۔ہمارے وزیر خارجہ شاہ محمود قریشی بھی کیونکہ پرانی یادگار ہیں لہٰذا یہ کہنے سے باز نہ آئے کہ آپ ہمیں مشرق میں امن دیں گے تو ہم مغرب میں کچھ کر سکیں گے لگتا ہے ابھی وہ طرزِ کہن پر اڑے ہوئے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ افغان طالبان نے جو افغانستان میں امریکہ کی ناک میں دم کر رکھا ہے۔اس سے ٹرمپ کی ٹویٹ بکواسیات اور اس کی مجنونانہ حرکات بھی متاثر ہوئی ہیں اور پمپیو جیسا اسلام دشمن سخت گیر انسان بھی سفارت کاری اور مصلحت پسند رویہ اختیار کرنے پر مجبور ہوا ہے۔ایک عرصہ سے امریکہ پاکستان کی فوج سے کچھ مطالبات گول مول انداز میں کر رہا تھا جن کا مطلب یہ تھا کہ اگر تم اپنے ملک سے دہشت گردی کا خاتمہ کر سکتے ہو۔تو یہ کام ہمارے لیے افغانستان میں کیوں نہیں کرتے۔بالفاظ دیگر افغان طالبان کے خلاف عملی کارروائیاں کر کے فتح ہمیں پلیٹ میں پیش کرو اس لیے کہ تم ہمارا دیا کھاتے ہو۔پاکستان نہ یہ کرنے کو تیار تھا نہ کر سکتا تھا۔کیونکہ وہ پختون ذہنیت اور ان کی جنگی صلاحیت کو اچھی طرح سمجھتا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ افغان طالبان کا وجود پاکستان کی سلامتی کے حوالے سے نعمت غیر مترقبہ ہے۔فوج سمجھتی ہے کہ افغان طالبان کو مکمل طور پر اپنا دشمن بنا لینا‘ اپنی تباہی کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔امریکی رویے کا جائزہ لیتے ہوئے ہم یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ امریکہ سمجھ گیا ہے کہ وہ یہ پاکستان سے نہیں منوا سکتا پھر یہ کہ یہ پاکستان کے بس کی بات بھی نہیں لہٰذا وہ ایک قدم پیچھے ہٹ گیا ہے۔اب وہ چاہتا ہے کہ پاکستان افغان طالبان کو کسی ایسے حل کی طرف لائے جسے وہ اپنے لیے آبرومندانہ کہہ سکے۔

گویا اب face saving کا معاملہ ہے۔مسئلہ افغانستان کا کوئی ایسا حل جس پر کوئی یہ نہ کہے کہ امریکہ شکست سے دوچار ہوا ہے۔اگر میدان میں ہاری ہوئی جنگ میز پر جیتی نہ جا سکے تو کوئی اسے ہار بھی قرار نہ دے۔اگر سرخروئی کی کوئی صورت نہیں رہی تو کم از کم منہ چھپائی تو ہو جائے لیکن اس سے کسی کو غلط فہمی نہیں ہونا چاہیے کہ سانپ مر چکا ہے‘ سانپ زخمی ہے اور اس کا زہریلا پن کسی طرح کم نہیں ہوا۔اور یہ بھی یاد رہے امریکہ سمجھتا ہے کہ افغانستان میں اسے جو شکست اور ذلت کا سامنا کرنا پڑا ہے اس کا ذمہ دار پاکستان ہے۔وہ سمجھتا ہے کہ پاکستان چاہتا تو ہم اس ذلت آمیز شکست سے بچ سکتے تھے۔چنانچہ وہ پاکستان پر فیصلہ کن ضرب لگانے اور شدید نقصان پہنچانے کے لیے موقع کی تاک میں رہے گا لہٰذا پاکستان کو احتیاط سے کام لینا ہو گا۔پاکستان غلامی کی حالت سے نکل کر کھلی دشمنی تک نہ پہنچے۔سنبھل کر چلے کہ اس کا راستہ کانٹوں سے بھرا ہے۔امریکہ دوست کی صورت میں دشمن تھا تو آج کے دوست بھی ہمارے نہیں اپنے مفادات کے دوست ہیں۔ہمیں خود پاؤں پر کھڑا ہونا ہو گا۔ہمیں اپنا دوست خود بننا ہو گا۔اس کے لیے لازم ہے کہ نظامِ حق کو اپنائیں۔ریاست مدینہ یقیناً مثالی ریاست تھی لیکن جس طرح اللہ تعالیٰ بندے کو حکم دیتا ہے کہ پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ‘ ہمیں نظامِ حق کو بھی پورے کا پورا اپنانا ہو گا۔آدھا تیتر آدھا بٹیر نہیں چلے گا۔پاکستان کو مکمل اور حقیقتاً اسلامی فلاحی ریاست بنانا ہو گا۔یہی نجات کا واحد راستہ ہے۔امریکہ کا دامن چھوڑ کر کسی دوسری غیر مسلم قوت کا دامن تھام لینا دانشمندی نہیں ہو گی۔اگر ہم انفرادی اور اجتماعی سطح پر اللہ کے ہو گئے تو اللہ تمام مشکلات دور کر دے گا۔وہی واحد اور حقیقی مشکل کشا ہستی ہے۔

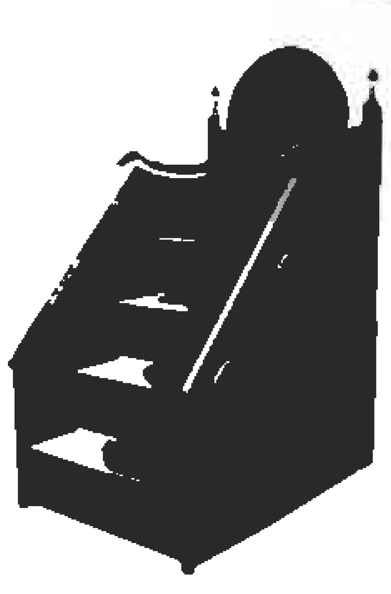

ضمیر کی آواز اور انبیاء کی تعلیمات

(سورۃ التغابن کے پہلے رکوع کی روشنی میں)

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 31 اگست 2018ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

قارئین محترم! اس سے قبل ہم سورۃ التغابن کے پہلے رکوع کا مطالعہ کر رہے تھے۔ یہ سورت ایمان کے موضوع پر جامع ترین سورت ہے۔ اس کے پہلے رکوع میں یہ بتایا گیا ہے کہ ایمانیات ثلاثہ کون سے ہیں۔ دوسرے رکوع میں یہ بتایا گیا ہے کہ اگر ایمان واقعی دل میں راسخ ہوجائے تو پھر انسان کے رویے میں، اس کے معاملات اور اس کے روز وشب میں کیا تبدیلی آتی ہے اور اگر نہیں آتی تو انسان کو اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہیے۔

ہمارے دین کی بنیاد ہی ایمان ہے۔ ایمان کس چیز کا نام ہے؟ اس کی ٹیکنیکل تعریف ہمارے ہاں کے علماء نے یہ کی ہے کہ ’’تصدیق بما جاء بہ النبی ﷺ‘‘۔ یعنی محمد رسول اللہ ﷺ نے جو جو حقائق ہمیں بتائے ہیں، جو خبریں دی ہیں ان سب پر یقین رکھنے کا نام ایمان ہے۔ چنانچہ یہاں پہلے رکوع میں جس طرح ایمان کو explain کیا گیا ہے ایک اعتبار سے یہ حقیقتِ کائنات کے حوالے سے قرآن کا بیانیہ (narrative) ہے۔

دنیا میں حقیقت کائنات کے حوالے سے بے شمار narratives رہے ہیں۔ ایک زمانے میں جب یورپ یونانی فلسفے کا مرکز تھا اس وقت اہل یورپ کا بیانیہ وہی تھا جو اہل عرب کا تھا۔ یورپ کو علمی اور ثقافتی اعتبار سے لیڈ کرنے والا یونان تھا۔ اس وقت ان کا بیانیہ یہی تھا کہ یہ دنیا دیوی دیوتاؤں نے اپنے کھیل تماشے کے لیے بنائی ہے۔ اس دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کا نظارہ وہ آسمان پر بیٹھ کر کر رہے ہیں۔ اسی طرح اہل عرب کا بیانیہ یہ تھا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں جو اللہ کی بڑی محبوب ہیں اور ہم نے ان کے بت بنا کر رکھے ہیں، ان کو خوش کریں گے تو اللہ ہم سے خوش ہوگا۔ اسی لیے انہوں نے بیت اللہ میں 360 بت بنا کر رکھے ہوئے تھے۔ حالانکہ بیت اللہ توحید کا مرکز ہے۔ اسی طرح ہر دور میں دنیا کی حقیقت کے حوالے سے ایک بیانیہ رہا ہے۔ آج کا بیانیہ جو سب سے عام ہے وہ یہی ہے کہ کوئی اللہ اور آخرت نہیں ہے، بھول جاؤ ان سب چیزوں کو۔ بس دنیا میں نام کماؤ، دنیا میں آگے بڑھو۔ دنیا کی لذات سے بہترین فائدہ اٹھاؤ۔ موجودہ دنیا کے نزدیک یہی اصل کامیابی ہے۔ اس وقت عیسائی دنیا جو اللہ کو ماننے والی تھی اب وہ بھی نہیں مان رہی۔ وہاں پر ان کے گرجے فروخت کیے جا رہے ہیں

مرتب: ابوابراہیم

لیکن ان کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مسلمان ان کے گرجے خرید کر مسجد بنا لیتے ہیں تو ان کی پیشانی پر کوئی سلوٹ نہیں پڑتی کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ بے کار چیزیں تھیں جن کے پیسے مل گئے ہیں۔ یعنی انہوں نے اللہ اور آخرت کو بالکل نظرانداز کر دیا ہے۔ یعنی عہد حاضر کے نزدیک انسان کا مقصد حیات یہی ہے کہ اسے دنیا میں جو بھی وقت ملا ہے اس کو دنیا بنانے، دنیا میں اونچا مقام حاصل کرنے، مال و دولت جمع کرنے اور سامان دنیا سے لطف اُٹھانے میں صرف کرے۔ اگر دیکھا جائے تو آج مسلمانوں کے نزدیک بھی مقصد حیات صرف دنیا کی لذتوں سے لطف اُٹھانا رہ گیا ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ عام طور پر یہی سمجھا جاتا ہے کہ اللہ نے انسان کو یہاں اس لیے بھیجا ہے کہ وہ یہاں کے تمام فوائد سے متمتع ہو، دنیا کی زندگی میں خوب آگے بڑھے، دنیا میں کامیابیاں حاصل کرے۔ نام ونمود ہو۔

ایک بیانیہ وہ ہے جو نبیوں اور رسولوں کے ذریعے آیا اور وہ حضرت آدمؑ سے لے کر اور حضور ﷺ تک ایک ہی تھا۔ یعنی اس پورے دور میں اس حوالے سے کوئی تضاد یا فرق اس بیانیے میں نہیں رہا کہ کائنات کی اصل حقیقت کیا ہے؟ انسان کا مقصدِ وجود کیا ہے؟ انتہا کیا ہے؟ موت کے بعد کیا ہونا ہے؟ حضرت آدم علیہ السلام کو جو بیانیہ دیا گیا حضور ﷺ تک وہی رہا۔ البتہ اس کی تفصیلات میں اضافہ ہوتا رہا۔ اصل بیانیہ وہی رہا اور وہی بیانیہ قرآن کا ہے۔

حقیقتِ کائنات کے اعتبار سے جو بیانیہ قرآن کا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ کائنات ازخود پیدا نہیں ہوگئی بلکہ ایک مالک ہے، ایک خالق ہے، اسی نے اس پوری کائنات کو بنایا ہے۔ وہی اس کا نظام چلا رہا ہے۔ اس نے صرف انسان ہی پیدا نہیں کیے بلکہ اس سے پہلے جنات بھی اسی نے پیدا کیے ہیں۔ ان سے پہلے فرشتوں کو بھی اسی نے پیدا کیا۔ اسی نے انسان کو پیدا کیا، اس کو اشرف المخلوقات بنایا، اسے بہت سی صلاحیتیں عطا کیں اور اپنی ذات کا شعور بھی اس کی فطرت میں رکھا ہے۔

ہے ذوق تجلی بھی اسی خاک میں پنہاں
غافل! تو نرا صاحب ادراک نہیں ہے

اس کے بعد ایک امتحانی پیریڈ سے گزارنے کے لیے اس کو دنیا میں بھیجا ہے۔

﴿ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ

اَحۡسَنُ عَمَلًا ط﴾ (الملک: 2) ''جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون اچھے اعمال کرنے والا ہے۔''

یہی پیغام ہر نبی نے دیا ہے کہ وہی ایک رب ہے جس کی مٹھی میں پوری کائنات ہے۔ کائنات کا ہر ہر ذرہ اس کی گواہی دے رہا ہے کہ واقعی وہی لائق حمد ہے۔ اسی کی تسبیح کی جانی چاہیے۔ اسی کی حمد بیان کی جانی چاہیے۔ جو بھی خوبی ہے وہ اسی کی ذات کا ایک پرتو ہے اور اس نے انسانوں کی راہنمائی کے لیے نبوت کا سلسلہ جاری فرمایا۔ یہ ہے کائنات کے بارے میں اور انسان کے حوالے سے اصل علم جو قرآن دے رہا ہے۔ اس پر عمل کرو گے تو دنیا کی اس آزمائش میں کامیابی ملے گی ورنہ انکار کی صورت میں اس سے پہلے بہت سی قومیں تباہ ہو چکی ہیں۔ چنانچہ سورۃ التغابن اسی بات کو ڈسکس کر رہی ہے:

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا ۡ فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا﴾ (التغابن:6)

''یہ اس لیے ہوا کہ ان کے پاس ان کے رسول آتے رہے واضح نشانیاں لے کر تو انہوں نے کہا کہ کیا انسان ہمیں ہدایت دیں گے؟ پس انہوں نے کفر کیا اور رُخ پھیر لیا''

یعنی وہ قومیں جو ہلاک کی گئی تھیں ان کی ہلاکت کا سبب بھی یہی تھا کہ رسول ان کے پاس واضح نشانیاں اور معجزات لے کر آتے رہے مگر انہوں نے انکار کیا۔ آنحضورﷺ کو جو معجزہ ملا ہے وہ یہ قرآن ہے۔ عربوں کو اپنی زبان دانی پر فخر تھا۔ وہ اپنے آپ کو عرب اسی لیے کہتے تھے اور باقی دنیا کے لوگوں کو وہ عجم کہتے تھے۔ جس کا مطلب تھا زبان و ادب سے نابلد۔ گویا عرب سمجھتے تھے کہ زبان کا استعمال صرف ہمیں آتا ہے۔ لہٰذا اسی میدان میں ان کو چیلنج دیا گیا۔ یعنی آنحضورﷺ کو قرآن کی صورت میں جو معجزہ ملا اس کا تعلق بھی اسی میدان سے تھا۔ اس سے پہلے قوم صالح کی فرمائش پر چٹان میں سے اونٹنی برآمد کی گئی، دوسرے انبیاء کرام کو بھی مختلف معجزے عطا کیے گئے۔ اسی طرح جب آنحضورﷺ سے مطالبہ کیا گیا کہ کوئی حسی معجزہ دکھاؤ تو قرآن میں ارشاد ہوا کہ اس قرآن جیسا کلام تم بھی پیش کر دو۔ یعنی تمہیں اپنی زبان دانی پر بڑا فخر اور ناز ہے تو اس جیسا کلام لے آؤ۔ اس کا کوئی جواب ان کے پاس نہیں ہوتا تھا۔ کیونکہ وہ بھی سمجھتے تھے کہ یہ انسان کا کلام نہیں ہے۔ پھر اسی چیلنج کو قرآن نے بتدریج کم کیا کہ اچھا اس جیسی دس سورتیں ہی لے آؤ۔ جب یہ بھی نہیں ہوا تو پھر ارشاد ہوا کہ اچھا! کوئی ایک سورت ہی لے آؤ۔ لیکن وہ جنہیں اپنی زبان دانی پر بڑا ناز تھا تین آیات پر مشتمل کوئی سورت یا کلام بھی نہیں پیش کر سکے۔ چنانچہ اصل معجزہ قرآن تھا جو حضورﷺ کو دیا گیا اور یہ آج بھی موجود ہے۔ اس میں تحریف اور شکوک وشبہات ڈالنے کی ساری کوششیں بھی ہوئیں اور اس کے مقابلے میں کچھ کلام لانے کی کوششیں بھی کی گئیں لیکن جن لوگوں نے بھی یہ کوششیں کیں وہ بالآخر شرمندہ اور نادم ہی ہوئے۔ چنانچہ اس آیت میں یہی باور کرایا گیا ہے کہ قرآن کا جو بیانیہ ہے اس کے مطابق اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی گزارو گے تو حقیقی کامیابی ملے گی اور اگر اس کا انکار کرو گے تو ہلاکت و بربادی تمہارا مقدر بن جائے گی۔ جس طرح پہلی قومیں اپنے رسولوں کا انکار کرنے پر تباہ وبرباد ہوئیں۔

ایک بیانیہ آج کل دہریت کا ہے کہ کوئی اللہ نہیں ہے، کائنات کا یہ سارا نظام خود بخود چل رہا ہے۔ مشرکین کے ہاں بھی یہ تصور پایا جاتا تھا جس کا ذکر سورۃ الجاثیۃ میں ہے کہ:

﴿وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ ۚ﴾ (آیت 24) ''وہ کہتے ہیں کہ نہیں ہے (کوئی اور زندگی) سوائے ہماری دنیا کی زندگی کے، ہم خود ہی مرتے ہیں اور خود ہی جیتے ہیں اور ہمیں نہیں ہلاک کرتا مگر زمانہ۔''

یعنی ان کا کہنا تھا کہ کوئی برتر ہستی نہیں ہے جو ہمیں پیدا کرے اور موت دے۔ آج دنیا کا مقبول فلسفۂ حیات یہی دہریت ہے جو پورے گلوب پر محیط ہو چکا ہے۔ جبکہ آج تک جتنے بھی پیغمبر آئے، ان کا اور قرآن کا بیانیہ ہے کہ یہ کائنات خود بخود پیدا نہیں ہوگئی بلکہ اس کا کوئی خالق اور مالک ہے، وہی رب ہے اور وہی اس کا نظام چلانے والا ہے، اسی نے انسان کو بھی پیدا کیا ہے۔ اسی کے ہاتھ میں موت و حیات کا اختیار ہے۔ تم اپنی مرضی سے نہ پیدا

پریس ریلیز 7ستمبر 2018ء

مذہبی معاملات میں علماء کرام کو اعتماد میں لینا اچھی روایت ہے

ہمیں حمید نظامی اور مجید نظامی کے ورثاء سے ہرگز یہ توقع نہ تھی کہ وہ حضورﷺ کے اعلانیہ دشمنوں کے حق میں اشتہار شائع کریں گے

حافظ عاکف سعید

مذہبی معاملات میں علماء کرام کو اعتماد میں لینا اچھی روایت ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے ایک بیان میں کہی۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے حکمرانوں کو غیرمسلموں اور قادیانیوں میں فرق کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ قادیانی خود کو اقلیت ماننے کو تیار نہیں بلکہ خود کو اصلی مسلمان قرار دیتے ہیں وہ مسلمانوں کے عقیدۂ ختم نبوت پر بدترین ضرب لگاتے ہیں اور ایک خود ساختہ جھوٹے نبی کو مانتے ہیں۔ توقع ہے کہ عاطف میاں کو اقتصادی مشاورتی کونسل سے فارغ کر کے مسلمانان پاکستان کے جذبات کا احترام کیا جائے گا۔ انہوں نے نوائے وقت میں جماعت احمدیہ کے اشتہار پر حیرت اور افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں حمید نظامی اور مجید نظامی کے ورثاء سے ہرگز یہ توقع نہ تھی کہ وہ حضورﷺ کے اعلانیہ دشمنوں کے حق میں اشتہار شائع کریں گے۔ انہوں نے امریکی وزیر خارجہ کے دورہ پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا امریکہ سے یہ توقع کرنا کہ وہ اسلام اور پاکستان دشمنی سے باز آ جائے گا محض خوش فہمی ہے۔ مائیک پمپیو جیسے سی آئی اے کے ڈائریکٹر کو ترقی دے کر وزیر خارجہ بنایا ہی اسی لیے گیا ہے کہ وہ اسلام اور پاکستان کی دشمنی کے حوالے سے بڑی شہرت رکھتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ امریکہ بے سروسامان افغان طالبان کے ہاتھوں ذلت آمیز شکست کا بدلہ پاکستان سے لینا چاہتا ہے۔ لہٰذا نئی حکومت کو امریکہ کے پھیلائے ہوئے جال سے بچنے کی ضرورت ہے۔ امریکہ، یورپ اور آئی ایم ایف سے لئے ہوئے قرضہ جات کبھی پاکستان کو اقتصادی لحاظ سے اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے میں معاون ثابت نہیں ہوں گے۔ قرضہ جات سے نجات حاصل کرنے کے لیے حکمرانوں اور عوام دونوں کو قربانی دینا ہوگی۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشرواشاعت، تنظیم اسلامی)

ہو سکتے ہو نہ مر سکتے ہو۔ چنانچہ ان حقائق کو اگر نہیں مانو گے تو اس رب کو کوئی فرق نہیں پڑنے والا بلکہ وہ تو بڑا ہی بے نیاز ہے:

﴿وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝﴾ (التغابن:6)

’’اور اللہ نے بھی (ان سے) بے نیازی اختیار کی۔ اور اللہ تو ہے ہی بے نیاز، ستودہ صفات۔‘‘

قوم ھود، قوم ثمود، قوم لوط، قوم شعیب سمیت کتنی قومیں ہیں جو رسولوں کے بیانیہ کا انکار کرنے کے نتیجے میں ہلاک ہوئیں۔ ان کے نشانات ابھی بھی موجود ہیں۔ جبکہ اللہ تو غنی ہے۔ یعنی اس کو کسی کی پروا نہیں ہے۔ وہ کسی بھی اعتبار سے کسی کا محتاج نہیں ہے اور سب کچھ کرنے پر قادر ہے۔ تم نے اپنا اختیار استعمال کیا کہ نبیوں کو جھٹلایا، اس نے اپنا اختیار استعمال کیا اور جھٹلانے والی پہلی قوموں کو ہلاک کر دیا۔ حالانکہ تمہارے دل گواہی دے رہے تھے کہ یہ اللہ کا نبی ہے، اللہ کی طرف سے ہے۔ حقائق تمہارے سامنے تھے۔ پہلی قوموں کی طرح تمہیں معجزہ بھی دکھا دیا کہ قرآن کے مقابلے میں تمہاری زبانیں گنگ ہو جاتی ہیں۔ اس کے باوجود تم نے ڈھٹائی اختیار کر لی ہے تو پھر سنو کہ اللہ بھی بے نیاز ہے۔ وہ حمید ہے۔ اس نے بھی تم سے بے پرواہی اختیار کی۔ تم اس کی حمد کرو گے تو اس میں تمہارا اپنا فائدہ ہے ورنہ وہ اس کا محتاج نہیں ہے۔ کیونکہ کائنات کا ذرہ ذرہ اس کی حمد کر رہا ہے اور کائنات کتنی وسیع ہے، اس کا اندازہ آج سائنس کی ترقی کی وجہ سے انسان کو ہونے لگا ہے ورنہ کچھ عرصہ پہلے تک انسان یہی سوچتا ہوگا کہ سو دو سو میل کے فاصلے پر سورج ہے اور اس سے پہلے چاند ہوگا وغیرہ۔ لیکن اب کائنات کی وسعتوں کا تصور کر کے ہی انسان کا دماغ چکرا جاتا ہے۔ وہ رب اس عظیم الشان کائنات کا مالک و خالق ہے۔ جبکہ انسان اور اس زمین کی حیثیت تو اس پوری کائنات کے تناظر میں ذرہ کے برابر بھی نہیں ہے۔ چنانچہ وہ عظیم رب انسانوں کے خود ساختہ بیانیہ سے بے نیاز ہے۔ آگے فرمایا:

﴿زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ۭ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ﴾ (التغابن:7) ’’کافروں کو یہ زعم ہے کہ وہ (مرنے کے بعد) ہرگز اٹھائے نہیں جائیں گے۔ (اے نبی ﷺ!) آپ کہہ دیجیے: کیوں نہیں! مجھے میرے رب کی قسم ہے، تم لازماً اٹھائے جاؤ گے، پھر تمہیں لازماً جتلایا جائے گا ان اعمال کے بارے میں جو تم نے کیے ہیں اور یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔‘‘

انسان کے لیے عقلی اعتبار سے سب سے زیادہ مشکل بات قیامت کا اقرار کرنا ہے۔ چونکہ آج تک کوئی شخص مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر نہیں آیا کہ اس نے بتایا ہو کہ ہاں مجھ پر قبر میں یہ یہ حالات پیش آئے اور اس کے بعد عالم برزخ میں یہ کچھ ہوا۔ لہٰذا مشرکین اسی کو بنیاد بنا کر کہتے تھے کہ کوئی دوبارہ زندہ ہو ہی نہیں سکتا۔ لیکن قرآن مجید کہہ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خلاقی اور قدرت کے نمونے تم دیکھتے بھی ہو لیکن ان پر غور نہیں کرتے۔ سورۃ القیامہ میں ایک دلیل یہ دی گئی ہے کہ تمہارے اندر اللہ نے ایک آلہ رکھا ہوا ہے جو قیامت کی بڑی دلیل ہے اور وہ ہے تمہارا ضمیر۔ دنیا میں کسی کے ساتھ تم اگر ظلم کرتے ہو، کسی کا حق مارتے ہو تو اندر ایک چیز ایسی ہے جو تمہیں ملامت کرتی ہے کہ یہ کام تم نے غلط کیا۔ بے شک بظاہر تم خوش ہوتے رہو کہ کچھ دنیوی فائدہ ہو گیا مگر اندر سے ضمیر مطمئن نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس کسی غریب کو تم اگر کچھ دیتے ہو، کسی محتاج کی مدد کرتے ہو تو بظاہر کچھ نقصان بھی محسوس ہو رہا ہو لیکن اندر سے ایک ایسی خوشی ملتی ہے کہ جس کو لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ یہ فیکلٹی بتا رہی ہے کہ کچھ اصول وضوابط ہیں جو اللہ نے دیے ہیں اور ان کے مطابق جو چلے گا اس کو کوئی ریوارڈ ملنا چاہیے۔ جنہوں نے اپنے دنیوی فائدے کو پیچھے رکھا ہے اور اپنے ضمیر کی آواز پر لبیک کہا ان کو اس کا کچھ صلہ ملنا چاہیے۔ یہ ضمیر اس بات کا گواہ ہے کہ اس طرح کے جو سٹینڈرڈز ہیں ان کے مطابق پھر لوگوں کا امتحان ہونا ہے اور اس کے مطابق فیصلے ہوں گے۔ چنانچہ یہ ضمیر کی آواز چند بنیادی اخلاقی تعلیمات کا ذخیرہ ہے۔ تمام انبیاء و رسل انہی بنیادی تعلیمات کی تفصیل کے لیے بھیجے گئے اور آخر میں آنحضور ﷺ کے ذریعے ہمیں زندگی کے ہر ہر گوشے میں راہنمائی دی گئی ہے۔ آپ ﷺ پر دین مکمل ہو گیا۔ لہٰذا انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جس کے حوالے سے راہنمائی دین میں نہ دی گئی ہو۔ چنانچہ ہمارے لیے ان تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کے سوا دوسرا کوئی آپشن ہی نہیں ہے جو حضور ﷺ نے ہمیں دی ہیں اور وہ اب قرآن وسنت کی صورت میں محفوظ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

❁❁❁

بقیہ: دعوت فکر

لیکن ہم یہ جیتے جی نہیں کر سکتے۔ بعث بعد الموت تو ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے۔ دنیا کی خوشحالی اور ترقی کے لیے یہ قیمت ہم نہیں دے سکتے۔ پھر کون سا امکان باقی ہے۔ کہ آخرت بھی ہاتھ سے نہ جائے اور دنیا بھی مل جائے۔ وہ صرف ایک ہی امکان ہے، اس کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔ وہ راستہ یہ ہے۔ ﴿اُدْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَاۗفَّةً﴾ (البقرہ:208) پوری زندگی میں پورے اسلام کی پیروی پورے مسلمان بن کر ہم دنیا میں مقتدر قوتوں کے اعتماد کی بجائے زمین وآسمان کی مقتدر قوت یعنی اللہ بادشاہ کا اعتماد حاصل کر سکتے ہیں۔ جس کے ہاتھوں میں ہمارے دل ودماغ، کان اور آنکھیں ہیں۔ اسی کے پاس تمام خزانوں کی کنجیاں ہیں جو وہ ہمارے ہاتھوں میں دے دے گا۔ اور ہم ان خزانوں کو دنیا اور آخرت کے سنوارنے کے لیے کام میں لا سکیں گے۔ اگر ہم نے موجودہ صورت حال کو ترک نہ کیا تو پھر ﴿خزی فی الحیوۃ الدنیا ویوم القیامۃ یردون الی اشد العذاب﴾ کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہے۔ خسر الدنیا والاخرۃ کی تصویر بن کر مٹ جائیں گے۔

❁❁❁

ضرورت رشتہ

☆لاہور میں رہائش پذیر رفیق تنظیم کو اپنے بیٹے، عمر 25 سال، تعلیم میٹرک، گورنمنٹ ملازم کے لیے دینی مزاج کی حامل پڑھی لکھی لڑکی کا رشتہ مطلوب ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔

برائے رابطہ: 0345-4222212

☆فیصل آباد میں رہائش پذیر مغل برادری کی 27 سالہ دوشیزہ، تعلیم تین سالہ دینی کورس اور ایم فل بائیو کے لیے دینی مزاج کے حامل لڑکے کا مناسب رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0336-7769177

☆بیٹی، عمر 20 سال، تعلیم بی ایس سی، حافظ قرآن، شرعی پردے کی پابند، دوسری بیٹی، عمر 20 سال، تعلیم انگلش لٹریچر میں بی ایس سی، ترجمہ وتفسیر پڑھ رہی ہے، کے لیے دینی مزاج کے حامل لڑکوں کے رشتے درکار ہیں۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔

برائے رابطہ: 0345-7615968

محکماتِ عالمِ قرآنی

6 1۔ خلافتِ آدم

19 ارجِ ما از ارجمندیہائے او	ما ہمہ از نقشبندیہائے او

انسان کی عزت اور سربلندی عورت کی عزت سے مشروط ہے ہم سب اسی عورت کی نقش بندی سے وجود میں آتے ہیں (اور عزت پاتے ہیں)

20 حق ترا داد است اگر تابِ نظر	پاک شو قدسیت او را نگر

اے انسان ! اگر حق تعالیٰ تجھے (دل کی آنکھوں سے) دیکھنے کی صلاحیت دے تو تو پاک نگاہ کے ساتھ عورت کی تقدس کو احترام کو دیکھ (اور مغربی تہذیب کی عورت دشمنی و کمینگی سے دور ہوجا)

21 اے ز دینت عصرِ حاضر بردہ تاب	فاش گویم با تو اسرارِ حجاب

اے انسان (اللہ نے تیری رہنمائی کے لیے انبیاء و رُسل بھیجے، مگر افسوس) آج کی (منحوس مغربی) تہذیب نے تجھ سے تیرے دین کی روشنی چھین لی ہے میں تجھے صاف صاف بتاتا ہوں کہ حقیقی آدمیت (انسانیت) کے راز (عورت کے) پردہ میں ہی پوشیدہ ہیں

19۔ ذرا سوچیں! اور یہ مثال کسی نواب، وڈیرے، ELITE CLASS کے نمائندے انسان، کسی پرنس اور ملکہ یا بادشاہ کی مثال نہیں ہے۔ ہر انسان پر اس مثال کا انطباق ہوتا ہے کہ اس کی تمام تر عزت و سربلندی معاشرے میں عورت کی عزت و سربلندی سے مشروط ہے۔ اسی لیے ہر بس اور ہر رکشے پر 'ماں کی دُعا'، 'ماں تجھے سلام' کے الفاظ نظر آتے ہیں اور تمام بڑے چھوٹے مشاہیر اور اہل علم و قلم، فلاسفہ، بادشاہ، جرنیل سب کے سب ماں کی عظمت کے معترف نظر آتے ہیں۔ حقیقتاً انسان وہی کچھ ہے جو اس کے والدین نے اس کو بنا کر اور گھریلو ماحول دے کر پالا پوسا ہے۔ آج نسل انسانی کی تشکیل کے اس عمل میں نظام اور میڈیا بھی زبردستی گھسیڑ دیا گیا ہے۔ احادیث مبارکہ میں سیّدُ ولد آدم و امام الاوّلین والآخرین حضرت محمد ﷺ نے یہی فرمایا ہے۔ انسان وہی کچھ ہے جو اس کے والدین نے اس کو اسباب کی دنیا میں پیدا کر کے ماحول اور تربیت دی ہے۔ انسان کی دوزخ اور جنت کا بڑی حد تک انحصار اس کے والدین کی تربیت پر ہے۔ کسی انسان کا والدین سے حسن سلوک یا بدسلوکی کا رویہ مرد و زن کے پوشیدہ افعال و جذبات کا براہِ راست نتیجہ ہوتا ہے۔ حدیث میں اسی حقیقت کے اظہار کے لیے وارد ہے کہ اس موقع پر کراماً کاتبین بھی دور کر دیے جاتے ہیں۔

20۔ اے انسان ! اگر تم معقولیت سے کام لو اور حقیقت شناسی کی عینک لگا کر دیکھنے کی تاب اپنے اندر پیدا کر لو (اور عورت کو آدم گری اور عیسیٰؑ و موسیٰؑ گری (حضرت مریمؑ، حضرت آسیہؑ) کی حیثیت سے دیکھنا سیکھ سکو نہ کہ صرف ایک 'جنسی کھلونا کے طور پر) اور پھر ایک پاکیزہ نگاہ کے ساتھ بحیثیت معمارِ انسانیت اور معلّمِ انسانیت کے نگاہ ڈال سکو تو تمہیں ایک پاکباز اور سلیقہ شعار عورت کی عظمت آشکار ہوگی (ہر شخص ماں کی عظمت کے گن گاتا ہے لیکن اس حقیقت کو بھول جاتا ہے کہ اچھی مائیں فلم انڈسٹری، ناچ گانے کے پیشے، ویمن سپورٹس ٹیموں، کلبوں اور سیلز کے شعبہ سے وابستہ خواتین میں نہیں بلکہ گھر گھرستی کی زندگی گزارنے والی خواتین میں ہی زیادہ پائی جاتی ہیں)۔

21۔ اے انسان! خلافت ارضی کا اہل بننے کے لیے اللہ تعالیٰ کی اُتاری ہوئی شریعت کو ماننا، سمجھنا اور اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تیری رہنمائی اور دست گیری (ہاتھ پکڑ کر چلنا) کے لیے انبیاء و رسل f بھیجے مگر افسوس (کہ آج کی منحوس مغربی) تہذیب نے ترقی اور آزادی کے نام پر تجھ سے دین و دانش چھین لی ہے اور تم دین کی نورانیت اور روشنی سے تہی دامن ہو اور رہنمائی کے لیے اس بدبخت مغربی تہذیب کی طرف نگاہ ڈال رہے ہو۔ میں تجھے حقیقت کھول کر صاف الفاظ میں بتا دیتا ہوں کہ خدا شناسی اور وحی شناسی کا تقاضا کیا ہے۔ آسمانی ہدایت کا تقاضا ہے کہ عورت کو حجاب میں ہونا چاہیے آؤ میں تجھے اسرارِ حجاب بتاتا ہوں۔

أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، مَا حَقُّ الْوَالِدَيْنِ عَلٰى وَلَدِهِمَا؟ قَالَ: هُمَا ((جَنَّتُكَ وَ نَارُكَ)) (ابن ماجہ، عن ابی امامہ رضی اللہ عنہ)

''ایک آدمی نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! والدین کا حق ان کی اولاد کے ذِمے کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ دونوں تیری جنت اور تیری دوزخ ہیں''۔ (یعنی ماں باپ کی رضا دخولِ جنت کا ذریعہ ہے اور ان کی ناراضی دخولِ دوزخ کا ذریعہ ہے۔ اب تم خود دیکھ لو کہ تمہیں ان کے ساتھ کیسا برتاؤ کرنا چاہیے)۔

اگر ہمیں رسول اللہ ﷺ اپنی ذات، اپنے اعزہ و اقارب سے زیادہ عزیز ہوتے تو پھر پریس کلب کے سامنے صرف سو بندہ کھڑا نہ ہوتا: اوریا مقبول جان

پورے یورپ میں اسلام جس تیزی سے پھیل رہا ہے اس سے وہاں کی مقتدر قوتیں خوفزدہ ہیں اور اسی بوکھلاہٹ میں وہ اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف مکروہ مہم چلا رہے ہیں: ڈاکٹر غلام مرتضیٰ

ہالینڈ میں گستاخانہ مقابلوں کی جسارت کے موضوع پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام ’’زمانہ گواہ ہے‘‘ میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: وسیم احمد

سوال: نبی اکرم ﷺ کے توہین آمیز خاکے شائع کروا کر دشمنان اسلام کیا مقاصد حاصل کرنا چاہتے ہیں؟

اوریا مقبول جان: یہ پہلی دفعہ نہیں ہو رہا اور صرف ہمارے ساتھ نہیں ہو رہا۔ انقلابِ فرانس سے پہلے ہی ایک تحریک کا آغاز ہو چکا تھا جس میں روسو اور والٹیئر جیسے لوگوں نے دو نعرے دیے تھے۔ ایک یہ تھا کہ قوموں کو بتایا جائے کہ قومیں رنگ، نسل اور وطن سے بنتی ہیں اور اس دنیا میں مختلف قومیں آباد ہیں جن کا اس زمین پر حق ہے۔ اس نعرے نے نیشن سٹیٹس اور وطن سے محبت کا تصور دیا۔ دوسرا نعرہ یہ تھا کہ مذہب کا ریاست سے کوئی تعلق نہیں۔ اب لوگوں میں یہ دونوں تصور خود بخود اُجاگر نہیں ہوتے بلکہ اس کے لیے آپ کو نارمز سیٹ کرنے پڑتے ہیں۔ انسان مختلف معاشرتی اصطلاحات کے اندر زندہ رہتا ہے۔ مثال کے طور پر صدیوں سے یہ معاشرتی اصطلاحات چلی آئی تھیں کہ انسان کے لیے اللہ تعالیٰ کی ذات سب سے زیادہ محترم ہے، اس کے بعد پیغمبر ہیں اور ان کے بعد والدین سب سے زیادہ محترم ہیں۔ اسی طرح انسان کے لیے مذہبی جذبات سب سے زیادہ محترم تھے۔ لیکن مغرب کی جدید تحریک نے ایک آرٹیفیشل سا تصور یہ دیا کہ قومیت اور وطن بھی معتبر ہیں اور ہر ریاست کا ایک آئین بھی ہونا چاہیے اور وہ آئین سب سے زیادہ محترم ہونا چاہیے۔ اس آرٹیفیشل تصور کے تحت مغرب کے تمام ناول نگاروں اور فلسفیوں نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ لوگوں کی ذہن سازی اس طرح کی تاکہ مذہبی شعائر کا مذاق بنایا جائے اور آئین کا تقدس ذہنوں میں پختہ ہو جائے۔ کیونکہ جب تک آپ یہ نہیں کہتے ہیں کہ بائبل، تورات اور قرآن کے مقابلے میں آئین زیادہ مقدس ہے، اس وقت تک آپ مذہب کو ریاست سے الگ نہیں کر سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ آج پوری دنیا میں سب سے زیادہ مقدس چیز آئین ہے۔ پوری دنیا میں آئین کی توہین کی سزا موت ہے کیونکہ آئین کی توہین کو غداری سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح شخصیات میں سب سے محترم فادر آف دی نیشن کو قرار دیا گیا جسے عرف عام میں بانئ ریاست کہا جاتا ہے۔ اسی طرح دوسری چیز جو انہوں نے اللہ کے مقابلے میں

مرتب: محمد رفیق چودھری

کھڑی کی وہ ہے حاکمیت اور حاکمیت ہیڈ آف دی سٹیٹ کو دی گئی۔ جمہوریت میں انہوں نے کمال یہ کیا ہے کہ ایک بندے کو گورنمنٹ کا ہیڈ بنایا ہے اور ایک کو اس کے اوپر بنایا ہے یعنی صدر، ملکہ یا بادشاہ جو ریاست کی علامت ہے۔ اس کے بعد اگلی چیز آپ کا خاندان ہے جس میں سے انہوں نے مذہبی اقدار کو ختم کرنا شروع کیا۔ کیونکہ اسلام کا معاملہ یہ ہے کہ یہ جغرافیائی بعد کو ختم کر کے مسلمانوں کو آپس میں جوڑتا ہے جبکہ یہی چیز مغرب کو پسند نہیں۔ 1920ء کے قریب جب لیگ آف نیشنز بن رہی تھی تو دوسری طرف امت مسلمہ میں خلافت کی تحریک چل رہی تھی۔ اسی دوران جب مولانا محمود الحسن مالٹا کی جیل میں قید تھے تو انہوں نے وہاں کے جیل سپرنٹنڈنٹ پوچھا کہ تم ہماری خلافت کی تحریک کے اتنے خلاف کیوں ہو؟ تو اس نے جواب دیا کہ میں زیادہ تو نہیں جانتا مگر اتنا ہم سب کو پتا ہے کہ اگر آپ کی مرکزیت ایک جگہ قائم رہی اور آپ کے خلیفہ نے آپ کو جہاد کی کال دے دی تو جہاد ساری امت پر فرض ہو جائے گا۔ چنانچہ مغرب نے مذہب کو ریاست سے الگ اسی لیے کیا۔ اب اس حوالے سے وہ ہمیشہ ایک ٹیسٹ کرتے ہیں۔ انہوں نے دو سو سال لگا کے مغرب اور امریکہ میں یہ تصور جاگزیں کروا دیا ہے کہ کوئی بھی مذہبی مقدس شخصیت خواہ وہ پوپ ہو، خواہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں ان کی توہین کوئی معاملہ نہیں ہے۔ ان کے نزدیک یہ چیز فریڈم آف ایکسپریشن کے اندر ہے اور اگر آپ اس کو نہیں کریں گے تو گویا آپ لوگوں کے دماغ بند کر دیں گے۔ اس لیے وہ مستقل یہ ٹیسٹ کرتے رہتے ہیں اور اسی پیٹرن پہ وہ مسلمانوں کی بھی نبض چیک کرتے ہیں کہ ان کا ردعمل کیا ہوگا۔ اس کا ایک مقصد یہ ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو بحیثیت قوم لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے کہ یہ اس قسم کے لوگ ہیں، قرآن پاک اس قسم کی کتاب ہے، اس کے فیور میں ایسے لوگ پیدا ہوتے ہیں اور یہ لوگ معاشرے کے لیے بہت بڑا ناسور ہیں وغیرہ۔ یہ ان کا بنیادی مقصد ہے۔ دوسری طرف مسلم امہ کا حال یہ ہے کہ علماء تو سب لوگوں کی نمائندگی کرتے ہوئے یہ نعرہ لگاتے ہیں کہ حرمت رسول ﷺ پر جان بھی قربان ہے۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ مراکش سے لے کر برونائی تک صرف ایک پاکستان میں 295-c کا قانون ہے اور وہ بھی اس سپریم لاء کے اندر ہے جس کی رو سے آپ کو وفادار ریاست اور آئین کا ہونا ہے۔ دنیا کے کسی مسلمان ملک کے آئین میں یہ نہیں لکھا ہوا کہ آپ کو محمد رسول اللہ ﷺ کا وفادار ہونا ہے۔ یعنی کسی مسلمان ملک کے آئین میں اللہ و رسول ﷺ سے وفاداری کی بنیادی شرط ہی نہیں ہے۔ بس صرف اتنی شرط ضرور ہے کہ توہین نہیں کی جائے گی۔ یہ ہے اصل اور بنیادی مسئلہ۔ میں کہتا ہوں کہ ماڈرن ایجوکیشن اور دوسری چیزوں کے ذریعے ہم نے لوگوں کو اس معاملے میں نیوٹرلائز کر لیا ہوا ہے۔ لہٰذا پہلی بات یہ ہے کہ

ہم اپنے لوگوں کو ایجوکیٹ کریں کہ بنیادی طور پر ہمارے لیے محترم، مکرم اور مقدس کون سی ہستی ہے۔ کیونکہ مسلمانوں میں عملاً یہ چیز بالکل نہیں ہے۔ اگر ہمیں رسول اللہ ﷺ اپنی ذات، اپنے اعزہ واقارب سے زیادہ عزیز ہوتے تو پھر پریس کلب کے سامنے صرف سو بندہ کھڑا نہ ہوتا۔ یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ میڈیا کا مال مذہب کی بات کرنے سے نہیں بکتا۔

سوال: کیا ہالینڈ میں توہین آمیز خاکوں کا مقابلہ حکومتی سرپرستی کے بغیر ممکن ہے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: ان کے ہاں فریڈم آف سپیچ ہے یعنی ہر آدمی کچھ بھی کہنے کے لیے آزاد ہے۔ جس نے یہ حرکت کی ہے وہ ہالینڈ کا اپوزیشن لیڈر ہے۔ وہ کوئی عام شہری نہیں ہے۔ اب آگے وہاں الیکشن ہونے والے ہیں اور اس کا یہ الیکشن سٹنٹ بھی ہے۔ لیکن حکومتی سرپرستی کے بغیر ایسا کرنا اس کے لیے ممکن نہیں تھا کیونکہ اس نے یہ اعلان اس سے پہلے بھی کیا تھا لیکن حکومت نے اس وقت سیکورٹی کے خدشات کی وجہ سے اس کو روک دیا تھا۔ لیکن بہرحال عالمی فضا کو بھی وہ دیکھتے ہیں کیونکہ مسلمانوں کے اندر سے عشق رسول ﷺ کو ختم کرنا ان کا اصل مقصد ہے۔ اس سے پہلے بھی ایسے واقعات ہو چکے ہیں اور اس حوالے سے ان کے عالمی مقاصد ہیں۔ یہ صرف ہالینڈ کا مسئلہ نہیں بلکہ پورے یورپ میں اسلام جس تیزی سے پھیل رہا ہے اس سے وہاں کی مقتدر قوتیں خوفزدہ ہیں۔ فرانس کی فٹ بال ٹیم نے حالیہ فٹ بال کا ورلڈ کپ جیتا ہے اور اس میں پچاس فیصد مسلمان تھے۔ وہاں جو لوگ اسلام کے بارے میں پڑھتے ہیں ان کے دل بدل جاتے ہیں۔ اس سے وہاں کے حکمران خوفزدہ ہیں اور یہ اسی کے مظاہر ہیں۔ ان کا بنیادی مقصد مسلمانوں کو ٹھیس پہنچانا ہے کیونکہ مسلمان اس وقت ''ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات'' کی تصویر بنے ہوئے ہیں۔ مسلمانوں کی اکثریت عملی طور پر بہت کمزور ہو چکی ہے۔ اب وہ ان کے اندر سے عشق رسول ﷺ کو بھی آہستہ آہستہ ختم کرنا چاہتے ہیں۔ جرمن سفارت کار مراد ولفریڈ ہوفمین جس نے وہاں اسلام قبول کیا اور پھر ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے: Religion on the Rise: Islam in the Third Millennium۔ اس میں اس نے نبی اکرم ﷺ کے بارے میں مضامین لکھے ہیں۔ اس نے لکھا ہے کہ اگر قرآن نازل نہ ہوتا اور قرآن میں یہ گواہی نہ ہوتی کہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام پیغمبر تھے تو آج مغرب اپنے پیغمبروں کا انکار کر چکا ہوتا۔ اسی طرح ایک عیسائی کہتا ہے کہ جیسے ہی کوئی اسلام قبول کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے دل میں محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت ڈال دیتا ہے۔ اصل میں وہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کے دل سے اس محبت اور تقدیس کو آہستہ آہستہ نکالا جائے۔

سوال: توہین آمیز خاکوں پر بحیثیت مسلمان اور بحیثیت پاکستانی ہمارا کیا ردعمل ہونا چاہیے؟

اوریا مقبول جان: ہمارا ردعمل بڑا منفی رہا ہے۔ ہمارے ہاں چند علماء، مدارس کے طلبہ اور کچھ اسلام پسند لوگ نکل آتے ہیں اور احتجاج کرتے ہیں۔ جبکہ اصل کام ریاست کا ہے۔ اس وقت پوری دنیا میں ریاستوں کو ہی ردعمل دینا پڑتا ہے اور ریاست جب تک ردعمل نہیں دیتی اس وقت تک مسئلہ حل نہیں ہوسکتا۔ پاکستان سے لے کر

کسی اسلامی ملک کے آئین میں یہ چیز شامل ہی نہیں ہے کہ ہمیں سب سے پہلے نبی اکرم ﷺ کا وفادار ہونا ہے۔

تیونس تک آپ چھوٹی سی بات کو بھی ڈپلومیٹک لیول پر استعمال کر سکتے ہیں۔ لیکن ہم نے کبھی ایسا کیا ہی نہیں۔ کیونکہ ہمارے حکمرانوں کے دل میں یہ ڈال دیا گیا ہے کہ اگر ہم نے اسلام کے حوالے سے کوئی بات کی تو مغرب میں ہمارا امیج تباہ ہو جائے گا۔ اس لیے ہمارے حکمران ڈرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں سے کسی نے آج تک کوئی بات نہیں کی۔ مغرب اسلاموفوبیا کا شکار ہے لہٰذا آئندہ مزید وار ہوں گے۔ اس کی دو وجوہات ہیں۔ ایک وجہ یہ ہے جس کو ہم نہیں دیکھ رہے لیکن وہ لوگ بہت غور سے دیکھ رہے ہیں جیسے اقبال نے کہا تھا کہ ؎

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائدار ہوگا

ڈھائی سو سال پہلے ان کے ہاں مالتھس نام کا ایک بندہ پیدا ہوا تھا۔ اس نے ایک تھیوری پیش کی تھی کہ دنیا کی آبادی دو، چار، آٹھ اور سولہ کے حساب سے بڑھتی ہے لیکن دنیا کے وسائل ایک، دو، تین، چار کے حساب سے بڑھتے ہیں اور ایک وقت ایسا آئے گا کہ اس دنیا میں انسان انسان کو کھائے گا کیونکہ وسائل تو رہیں گے نہیں۔ اس کے بعد انہوں نے یہ کہا کہ آبادی پر کنٹرول کیا جائے ورنہ یہ دنیا رہنے کے قابل نہیں رہے گی۔ پھر انہوں نے مانع حمل کی دوا انسانوں کو پکڑا دی اور درس یہ دیا کہ تم سب سے اہم ہو۔ باقی تمہارے والدین، بھائی، بہن، اولاد وغیرہ کی کوئی اہمیت نہیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس وقت دنیا کے اٹھارہ ملک ایسے ہیں جن کی آبادی اتنی کم ہو چکی ہے کہ انہیں اپنی سروسز چلانے کے لیے باہر سے لوگ بلانے پڑ رہے ہیں اور ان کے ہاں اولڈ ایج ہومز کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔ یہ وہ کیفیت ہے جس نے وہاں اسلاموفوبیا پیدا کیا۔ کیونکہ مسلمان خاندانی منصوبہ بندی پر عمل نہیں کرتے۔ برطانیہ کی ایک تنظیم فیتھ میٹرز ہے جس نے سروے کیا۔ ایک فارم دیا جاتا جس کے ایک خانے میں پوچھا جاتا تھا کہ تمہارا مذہب کیا ہے؟ اور دوسرے خانے میں پوچھا جاتا تھا کہ جس خاندان میں تمہاری پیدائش ہوئی اس کا مذہب کیا تھا؟ جب انہوں نے دونوں کا موازنہ کیا تو دیکھا کہ نائن الیون کے بعد آٹھ سالوں میں ڈیڑھ لاکھ گورا مسلمان ہوا ہے۔ وہاں سے انہوں نے اندازہ لگایا کہ دو سے تین گورے روزانہ انگلینڈ میں مسلمان ہوتے ہیں۔ تین سے چار فرانس میں مسلمان ہوتے ہیں۔ یہ ان کے خوف کی اصل وجہ ہے۔ جس طرح فرعون نے جادوگروں سے کہا تھا کہ یہ (موسیٰ علیہ السلام) تم سے آئیڈیل لائف سٹائل چھیننا چاہتا ہے۔ اسی طرح وہ مسلمانوں کے بارے میں یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ہمارا آئیڈیل لائف سٹائل ختم کرنا چاہتے ہیں۔ پورے پیرس میں صرف 92 عورتیں حجاب لیتی ہیں لیکن وہاں کی پارلیمنٹ جس میں چار سو ستر لوگ ہیں، ان کے خلاف بل پاس کرتی ہے کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ ہمارے آئیڈیل لائف سٹائل کو چیلنج کرتی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ تم مسلمان رہو لیکن ہمارے لائف سٹائل کے مطابق رہو۔ لہٰذا اب کسی پیغمبر کی توہین ان کے لائف سٹائل کا حصہ بن چکا ہے۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ وہ مذہب کو ذاتی زندگی تک محدود کرنا چاہتے ہیں یہ بالکل جھوٹ ہے کیونکہ انہوں نے اب مذہب کو ذاتی زندگی سے نکال دیا ہے۔ اگر مذہب ذاتی زندگی میں ہوتا تو پھر ہم جنس شادیاں نہ کرتے۔ وہاں والدین کی عزت ہوتی، نکاح کا تقدس ہوتا۔ یہ خاکے بنیادی طور پر ہمارے لیے کم اور ہالینڈ میں رہنے والوں کے لیے زیادہ بنائے جاتے ہیں۔ کیونکہ اس بنیاد پر کسی ایک مسلمان نے بھی احتجاجاً وہاں کی شہریت نہیں چھوڑی کہ تم خاکے بنا رہے ہو ہم مسلمان ہیں اس لیے ہم یہاں نہیں رہنا چاہتے۔ قرآن میں آتا ہے کہ قیامت کے دن لوگ کہیں گے کہ ہمیں دین پر عمل نہیں کرنے دیا گیا تھا تو فرشتے کہیں گے کہ کیا اللہ کی زمین وسیع نہیں تھی۔ وہاں ہالینڈ میں مسلمان کیوں نہیں احتجاج

کرتا؟ چارلی ہیبڈو کا واقعہ ہوا تھا تو پورا پیرس سڑکوں پر نکل آیا تھا۔

سوال: کیا حکومت پاکستان کو ترکی اور کویت کی طرح ہالینڈ کے سفیر کو ملک بدر نہیں کر دینا چاہیے؟

اوریا مقبول جان: یہ بھی کیا جا سکتا ہے۔ ان کے مال کا بائیکاٹ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن ہماری اکانومی دو نمبر اکانومی بن چکی ہے۔ یہ تاجروں کی اکانومی بن گئی ہے اور تاجر چاہتا ہے کہ جہاں سے اسے منافع ملے گا وہاں پر وہ مال بیچے گا۔ ان لوگوں نے اپنی مارکیٹ بنائی ہوئی ہے۔ اصل میں ہم نے عوام کو رسول اللہ ﷺ کی محبت کے حوالے سے تربیت ہی نہیں دی۔ زیادہ سے زیادہ ایک ممتاز قادری پیدا کرتے ہیں۔ آپ اس ساری سوسائٹی کی اقدار کو مسترد کرنے والا کیوں نہیں بناتے؟ آج بھی کسی ٹریول ایجنسی کو آپ کہیں کہ ہالینڈ کو اپنی لسٹ سے خارج کر دو۔ تو کیا وہ کریں گے؟ ہر گز نہیں کریں گے۔ یہ ہماری سوسائٹی کا المیہ ہے۔

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: سفیر کو بلا کر احتجاج کرنا وغیرہ یہ ساری علامتی چیزیں ہیں۔ اصل میں ہم لوگ عملی مسلمان نہیں ہیں۔ ہم نے اپنے کردار اور گفتار سے نبی اکرم ﷺ کے اسوہ کی گواہی نہیں دی۔ یہ پاکستان ہم نے اسلام کے نام پر قائم کیا تھا کہ ہم یہاں پر محمد رسول اللہ ﷺ کا بنایا ہوا نظام یعنی خلافت راشدہ نافذ کریں گے۔ اگر ہم اس میں سچے ہوتے تو ہمارے اخلاق بہتر ہونے چاہئیں تھے۔ سیرت نبوی ﷺ میں صلح حدیبیہ کا واقعہ بہت اہم مثال ہے۔ صلح حدیبیہ میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ صرف چودہ سو لوگ تھے اور دو سال کے بعد مکہ فتح ہوا تو آپ ﷺ کے ساتھ دس ہزار لوگ تھے۔ یعنی ان دو سالوں میں کتنی زیادہ تعداد میں لوگ مسلمان ہوئے۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ ان مسلمانوں کا کردار بہت بلند تھا۔ ان کے کردار سے متاثر ہو کر لوگ مسلمان ہوئے۔ یعنی مدینہ میں وہ معاشرہ قائم ہوا تھا کہ جس کو دیکھ کر لوگ اتنے مسلمان ہوئے۔

سوال: کیا ہالینڈ کی مصنوعات کی بائیکاٹ مہم اس فتنے کے سدباب کے لیے کافی ہو گی؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: آج کل دنیا میں ملٹی نیشنل کارپوریٹ کلچر ہے۔ اب کوئی ایک کمپنی کسی ایک جگہ واقع نہیں ہوتی بلکہ فرنچائز ہوتی ہیں۔

اوریا مقبول جان: پہلی بات یہ ہے کہ آپ کو اگر اپنی اکانومی سنوارنی ہے تو پھر پوری دنیا کی ہر چیز کا بائیکاٹ کرنا پڑے گا۔ لیکن بنیادی طور پر لوگوں کو ایجوکیٹ کرنا ہے کہ ہمارے لیے سب سے مقدم چیز رسول اللہ ﷺ سے وفاداری ہے۔ کیا کسی نے آج تک یہ مطالبہ کیا ہے کہ پاکستان کے آئین میں آرٹیکل 6 سے پہلے آرٹیکل 5-A شامل ہونا چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ سے وفاداری شرط اول ہے۔ یہاں سے بات شروع ہونی چاہیے تھی لیکن ہم نے بالکل آخر سے شروع کیا کہ صرف توہین نہیں ہونی چاہیے۔

سوال: کیا عالمی عدالت میں گیرٹ ولڈرز یا ہالینڈ کی حکومت کے خلاف توہین آمیز خاکوں پر کیس لے جایا جا سکتا ہے؟

اوریا مقبول جان: نہیں۔ یہ ساری چیزیں اپنی توانائیوں کو ضائع کرنے کے مترادف ثابت ہوں گی۔ اصل کام یہ ہے کہ آپ اپنے معاشرے کو ایجوکیٹ کریں۔ البتہ ہالینڈ کے مسلمان ہالینڈ کی کسی عدالت میں یہ معاملہ لے کر جائیں گے تو پھر بات بنے گی۔ کیونکہ وہ انٹرنیشنل مقابلہ اپنے ملک میں کروا رہا تھا۔ اگر آپ اپنے ملک میں انٹرنیشنل کانفرنس کروا رہے ہیں تو آپ عالمی عدالت میں کیسے جا سکتے ہیں؟ اگر آپ کا ایک اخبار اعلان کرتا ہے کہ میں صدر ٹرمپ کے کارٹونوں کا مقابلہ کروا رہا ہوں تو امریکہ آپ کے خلاف اقدام نہیں کر سکتا۔ کچھ قوانین ہیں۔ انہوں نے انسانوں کا چڑیا گھر بنایا ہے۔ چڑیا گھر میں کیا ہوتا ہے کہ یہاں شیر کا ملک ہے، وہاں لومڑی کا ملک ہے وغیرہ۔ لومڑی وہاں لومڑی کی طرح behave کرے گی۔

سوال: کیا اسلامی شعائر کی حفاظت کے لیے اسلامی یونین نہیں بن سکتی؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: انہوں نے مسلمان امت کو تقسیم کیا ہے اور ایسے بیج بو دیے تا کہ یہ مسلمان امت دوبارہ اکٹھی نہ ہو سکے۔ انہیں خلافت سے تکلیف اسی لیے تو ہے کیونکہ اس سے مسلمان اکٹھے ہو جائیں گے۔ وہ مسلسل اس کے خلاف لگے ہوئے ہیں۔ نیشن سٹیٹ کا تصور دے کر 58 اسلامی ممالک قائم کر دیے اور ان کے اندر بھی مختلف طبقاتی تقسیمیں سازش کے ذریعے پھیلائی گئی ہیں۔ اب شیعہ سنی مسلکی اختلافات کی بنیاد پر تقسیم ہو رہی ہے۔ ان حالات میں اسلامی یونین کیسے بنے گی؟

اوریا مقبول جان: ہمیں اس حقیقت کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ انہوں نے ہمیں بے حس کر دیا ہوا ہے۔ جس ملک کے اندر لوگ شرمندگی سے ممتاز قادری کا نام لیتے ہوں اور ممتاز قادری کو پھانسی دینے والوں کو آج بھی عزت دی جاتی ہو۔ ممتاز قادری کا جنازہ میڈیا نہیں دکھا رہا تھا۔ جب میں نے دکھایا تو باقی میڈیا والے مجھے کہنے لگے کہ یہ تم کیا کر رہے ہو۔ میں نے کہا تم بھی کر لو تو ریٹنگ کی لائن لگ جائے گی۔

سوال: کیا freedom of speech کے قانون کی کوئی حد ہے؟

اوریا مقبول جان: دنیا میں فریڈم آف سپیچ کا کوئی قانون unlimited نہیں ہے بشمول پاکستان کے آئین کے۔ پاکستان میں جو آرٹیکل 19 ہے اس میں رسول اللہ ﷺ کا ذکر نہیں ہے۔

سوال: پھر ہولوکاسٹ کیوں limited ہے؟

اوریا مقبول جان: ہولوکاسٹ پر لکھنے پر پابندی نہیں ہے۔ واشنگٹن ڈی سی کے اندر باقاعدہ سمتھ سونین کا سب سے بڑا ہولوکاسٹ میوزیم ہے۔ البتہ ہولوکاسٹ کے حوالے سے منفی چیزیں لکھنے پر پابندی ہے۔ مجھے ایک آدمی نے کہا کہ سوشل میڈیا پر ہولوکاسٹ کی تصویریں شائع کرتے ہیں۔ میں نے کہا کہ وہ تو اس پر خوش ہوں گے۔ آپ اندازہ کریں کہ یورپ میں آج بھی یہودیت کے خلاف سخت نفرت پائی جاتی ہے۔ آج سے تقریباً آٹھ سال پہلے یہودیوں کے قبرستان پہ لوگ جا کے ان کی قبروں پر گندگی پھینک رہے ہوتے تھے۔ اس پر اسرائیلی وزیر اعظم شمعون پیریس نے کھڑے ہو کر کہا تھا کہ یورپ کا دماغ ابھی تک antisemitizm سے باہر نہیں نکلا۔ ہم اس کو مزا چکھا دیں گے۔ کیوں مزا چکھائیں گے؟ اس کی دو وجوہات ہیں۔ ایک یہ کہ اس وقت ستر فیصد ڈرون اسرائیل بنا رہا ہے۔ اس وقت سب سے بڑا اسلحہ کا ایکسپورٹر اسرائیل ہے۔ اس وقت تمام دنیا کی بڑی کمپنیوں نے اپنا ہیڈ کوارٹر وہاں شفٹ کر لیا ہے۔ کیونکہ تمام یہودیوں کا اس بات پہ یقین ہے کہ ایک دن ہمارا مسایاح آئے گا جو پوری دنیا پر حکومت کرے گا۔ یعنی ان کو اپنے دور فتن پر، اپنے آخر الزمان پر یقین ہے۔ یہودی اس وقت لندن، پیرس، برلن چھوڑ کر ایفا کی بدترین جگہ پر رہنے کے لیے آ گئے ہیں۔ وہ وہاں پر ہم سے لڑنے کے لیے آئے ہیں۔ اسرائیل ہم سے لڑنے کے لیے بنا ہے۔ اسی لیے وہ دھمکی بھی دیتے ہیں۔ پاکستان ایک ایٹمی ملک ہے۔ لیکن آپ اس کو اسلامی ایٹم بم نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ آپ کہتے ہیں کہ یہ ہم نے پاکستان کی حفاظت کے لیے بنایا ہے۔ یہ اصل مسئلہ ہے۔ جس دن آپ نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ یہ مسلم امہ کا بم ہے اس دن آپ کو پوری دنیا میں کوئی چھیڑے گا نہیں۔

سوال: ہالینڈ حکومت کی سرپرستی میں توہین آمیز خاکوں پر اسلامی اتحادی فوج کا کیا ردعمل ہونا چاہیے؟

اوریا مقبول جان: اسلامی اتحادی فوج کے

مینڈیٹ میں اسلام کا تحفظ شامل ہی نہیں ہے۔اس کے مینڈیٹ میں 37 ممالک کے بادشاہوں، حکمرانوں اور حکومتوں کا تحفظ شامل ہے۔ان ممالک کے اندر کوئی ایسی activity ہوگی تو وہ اس کا تحفظ کریں گے۔وہ ان 37 ممالک کی پولیس ہے۔ڈاکٹر ایمن الظواہری کی 32 اگست کی ایک کیسٹ آئی ہے۔اس نے کہا کہ آگے جو وقت آرہا ہے اس وقت کے اندر ایک نیوکلیس خلافت چاہیے جو صرف اور صرف افغانستان میں قائم ہوسکتی ہے۔اس وقت جو مذاکرات ہورہے ہیں اور اس وقت اس ریجن کے ملک اس خلافت کو قائم کرگئے تو یہ عالم کفر کا مقابلہ کرسکیں گے۔ اور امریکہ اس وقت اس کے اوپر گرا ہوا ہے۔

سوال: کیا افغانستان میں داعش اپنے قدم جمارہی ہے؟

اوریا مقبول جان: نہیں، امریکہ نے وہاں تین جگہوں پر داعش کے لوگوں کو لا کے بٹھایا۔غزنی میں داعش کا برا حشر کیا گیا۔اس وقت وہاں طالبان کا 78 فیصد علاقے پر قبضہ ہے۔افغانستان میں کوئی بھی چاہے وہ عرب ہو، شامی ہو، لبنانی ہو کچھ نہیں کرسکتا۔اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔میں کہتا ہوں کہ اگر امریکہ کی ساڑھے چار لاکھ ٹرینڈ فوج وہاں قدم جما نہیں سکی جس کو امریکہ اور انڈیا نے ٹرینڈ کیا تھا وہاں داعش کے آٹھ نو ہزار بندوں کی کیا حیثیت ہے۔

قارئین پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جاسکتی ہے۔

دعائے مغفرت

انا للہ وانا الیہ راجعون

☆ حلقہ کراچی وسطی، گلشن اقبال 1 کے رفیق جناب عارف شاہ کی والدہ وفات پاگئیں۔

برائے تعزیت: 0300-9252074

☆ حلقہ فیصل آباد کے نائب امیر حلقہ نعمان اصغر کے والد وفات پاگئے۔

برائے تعزیت: 0300-7914988

☆ مقامی تنظیم جھنگ کے رفیق اعظم سیال کے والد وفات پاگئے۔

برائے تعزیت: 0334-6564066

☆ مقامی تنظیم جھنگ کے سینئر رفیق عبدالمجید کھوکھر کے بھائی وفات پاگئے۔

برائے تعزیت: 0333-6729758

☆ سانگلہ ہل کے سینئر رفیق تنظیم محترم ڈاکٹر حیات کی ساس وفات پاگئیں۔

برائے تعزیت: 0333-8314547

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

دعوت فکر

کامیابی کا صرف ایک راستہ

انجینئر محمد رشید عمر

”مذہب ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے“۔ ہمارے دانشور یورپ کی ترقی وخوشحالی اور برتری کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں کہ جب سے یورپی اقوام نے مذہب کا قلادہ گلوں سے اتارا ہے ان کے لیے سائنس اور ٹیکنالوجی میں ترقی کے راستے کھلے ہیں اور ان کی خوشحالی نے ان ممالک کو جنت ارضی بنا کر رکھ دیا ہے۔ ہماری صورت حال یہ ہے کہ ہمارے لوگ کچھ معاملات میں مذہب پر چلتے ہیں لیکن جن کے ہاتھوں میں اقتدار و اختیار ہے اور جو ہمارے پالیسی ساز ادارے ہیں مذہب ان کے راستے میں کوئی رکاوٹ بھی نہیں ہے۔وہ جو چاہیں کرتے ہیں پھر ہم کیوں ترقی اور خوشحالی سے محروم ہیں؟ معاملہ یہ ہے کہ کلمہ کے اقرار نے ہمیں اللہ کے ساتھ ایک عہد میں باندھ دیا ہے ہم اس عہد کو باندھتے بھی ہیں توڑتے بھی ہیں اور توڑتے اس لیے ہیں کہ دنیاوی مفادات حاصل ہوجائیں۔ یہ طرز عمل اللہ تعالیٰ کو قابل قبول نہیں۔وہ مقتدر ہستی ہے۔ دنیا حاصل کرنے کے لیے اس کے عہد کو توڑتے ہیں تو وہ ہمیں مفاد حاصل نہیں ہونے دیتا۔ وہ ہماری عقلیں اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیتوں کو بگاڑ دیتا ہے۔ ہمیں اختلافات کا شکار کردیتا ہے، ہماری معیشت دگرگوں کردیتا ہے۔ بے امنی اور خوف کے حالات ہم پر مسلط کردیتا ہے لہٰذا خسر الدنیا و الآخرہ کا معاملہ ہوجاتا ہے اور جن سے یا جن کی مدد سے ہم مفادات حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ ہم پر اعتماد نہیں کرتے۔نتیجہ یہ سامنے آتا ہے کہ ایک قدم آگے جانے کی کوشش کرتے ہیں تو دس قدم پیچھے چلے جاتے ہیں کہا جاتا ہے کہ یورپ ہم سے سینکڑوں سال آگے ہے۔ان سے ترقی وخوشحالی میں آگے نکلنا تو دور کی بات ہے برابری کرنا بھی ممکن نہیں ہے تو پھر کیا ہم مذہب کو خیر باد کہہ دیں، اللہ کے عہد کو توڑ دیں اس لیے کہ جن کی مدد سے ہم مفادات حاصل کرنا چاہ رہے ہیں وہ اس سے کم پر راضی ہونے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ جب تک ہم ان کو راضی نہ کریں گے وہ ہم پر اعتماد نہیں کریں گے۔ہم کلمہ سے انکار کردیں، مذہب کو دیس نکالا دے دیں، وہ ہمیں گلے سے لگا لیں گے۔اور ہمارے لیے بھی دنیا میں ترقی اور خوشحالی کے دروازے کھل جائیں گے۔

رہا معاملہ آخرت کا تو اس کو بھول جائیں۔اسے کس نے دیکھا ہے۔اگر کوئی آخرت کا معاملہ ہے بھی تو وہاں بھی ان ہی کی آؤ بھگت ہوگی جن کے دنیا میں وارے نیارے ہیں۔ کیا ہم ترقی وخوشحالی کی یہ قیمت دے سکتے ہیں؟ جدید مغربی تہذیب کے اصولوں کے مطابق......اگر ہم یہ قیمت ادا کر سکیں تو یقین جانئے جس طرح یہود و نصاریٰ کو ڈھیل ملی ہوئی ہے ہمیں بھی دنیا میں ڈھیل مل جائے گی اور ہم بھی ان کے قدم کے ساتھ قدم ملا کر چل سکیں گے۔ ہماری یہ صورت کہ کچھ مذہب پر چلتے ہیں کچھ دوسروں کے طریقوں پر چلتے ہیں۔ یہ صورت حال کبھی بھی ہمیں کامیابی سے ہم کنار نہیں کرسکتی ہے۔ جدید مغربی تہذیب کے اصولوں کے مطابق......اگر ہمیں دنیا میں ترقی اور خوشحالی مطلوب ہے ہمیں لازماً مذہب کو دیس نکالا دینا ہوگا اور آخرت کی فکر چھوڑنا ہوگی اور سیکولر شریعت پر عمل کرنا ہوگا جس کے معنی آکسفورڈ ڈکشنری میں یہ ہیں:

secularism

1. The view that religion and religious considerations should be deliberately omitted from temporal affairs',spec. (philosophy) a system of thought based on the doctrine that morality should be determined solely with regards to the well - being of humankind in the present life, to the exclusion of all considerations drawn from belief in God or in a future existence. 2. the view that education, esp. That which is publically funded, should not promote religious belief or include religious instruction. REFERENCE; OXFORD DICTIONARY 2007 EDITION

(باقی صفحہ 7 پر)

صبر کیجیے!

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

روزانہ کی بنیاد پر کوئی نہ کوئی خبر صاف، شفاف اور سادگی پر مبنی حکمرانی میں الجھاؤ ڈالنے کا سامان کر دیتی ہے۔ سوشل میڈیا پر ہنگامہ کھڑا ہو جاتا ہے۔ اب بھلا خاور مانیکا کو ناکوں پر روکا جائے تو یہ زیادتی ہے۔ پاکستان کے مستقبل کے لیے پورا خاندان چھوڑ دینے کی قربانی دینے والے کو ستانے والا تبدیل کر دینے میں کیا جرم ہے؟ عثمان بزدار، وزیر اعلیٰ پنجاب سرکاری ہیلی کاپٹر پر میاں چنوں نجی تعزیتی دورے پر چلے گئے تو لوگوں نے اعتراض اٹھا دیئے۔ تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال جانے پر ایمرجنسی ڈاکٹروں نے بند کر دی۔ ایک دو سالہ بچی فوری طبی امداد نہ ملنے سے انتقال کر گئی۔ قصور ڈاکٹروں کا اور تنقید وزیر اعلیٰ پر؟......

اگر عثمان بزدار اور ملک الموت اکٹھے ہسپتال پہنچے تو یہ محض اتفاق تھا۔ اسی ہیلی کاپٹر میں وہ پاکپتن مزار بھی گئے اور وہاں 18 پروٹوکول اور سکیورٹی گاڑیاں ہمراہ ہو لیں تو شور مچ گیا۔ باوجودیکہ یہ تو اب سرکاری مزار ہے، جیٹ میں اہل خانہ کے ساتھ وزیر اعلیٰ نے سفر کر لیا تو ہلچل مچ گئی۔ اگر وہ سکون سے ہیلی کاپٹر، جہاز کے جھولے لے رہے ہیں تو اعتراض کیسا؟ اسی دن کے لیے تو نواز شریف کو یہ کہہ کہہ کر اتارا تھا کہ میاں جی اب جانے دو، ہماری باری آنے دو۔ باریاں تو جھولوں پر ہی لی جاتی ہیں۔ عجب قوم ہے، وزیر اعظم تا وزیر اعلیٰ، کسی کو ہیلی کاپٹر پر بیٹھا دیکھ نہیں سکتی؟ کچھ ذمہ داری جہانگیر ترین کی بھی ہے جو ہوائی جھولوں کی عادت ڈال گئے۔

پہلے لمحے سے بے چارے کپتان کے پیچھے سب لگ گئے۔ ''روز قیامت'' کو اگر ''روز قیادت'' پڑھ دیا تو مغالطہ عین فطری تھا۔ اوروں کے لیے حلف برداری کا دن ''روز قیامت'' پڑھنے کا دن تھا۔ لیکن جسے 22 سال کے انتظار بعد قیادت ملی اس کے لیے ''روز قیادت'' تھا۔ اس سے کیا گلہ؟ ادھر دیکھیے تو ڈاکٹر فوزیہ صدیقی فوراً ہی عافیہ صدیقی بارے امید لگا بیٹھیں! قوم کو صبر سے کام لینا ہوگا۔ توقعات تو جب لگائیں اگر عمران خان اور تحریک انصاف کی اپنی حکومت ہو۔ شیخ رشید کا بھتیجا جدی پشتی انصافیوں کی جگہ سیٹ سنبھال لے اور وہ بے چارے اف نہ کہہ سکیں۔ عثمان بزدار نجانے کہاں سے نکل کر پنجاب کی گدی سنبھال لیں۔ انصافی دم سادھے دیکھتے رہ جائیں۔ 20 میں سے 12 وزراء مشرفی ہوں! سالہا سال بعد فصل پک کر تیار ہوئی تو اس میں سے بیرسٹر فروغ نسیم) مشرف کے وکیل! (وفاقی وزیر قانون اور دوسرے صاحب جو غداری مقدمے کے وکیل تھے اٹارنی جنرل بن کر ظہور پذیر ہوئے۔ اب فروغ انصاف کی یہ صورت دیکھ کر اکرم شیخ نے سٹپٹا کر استعفا ہی دے ڈالا۔ کس کی سرکاری پیروی ہو جب حکومت خود مشرف دفاع کونسل بن کھڑی ہو؟ کونے کھدرے سے زبیدہ جلال بھی یکایک برآمد ہو گئیں برائے وزارت، سو تحریک انصاف تو خود بے چاری انصاف کی طلبگار ہے۔ ان کا پارٹی ترانہ تو یہ ہوگا: ''منزل انہیں ملی جو شریک سفر نہ تھے!'' شکوہ کریں تو کس سے؟ مقتدر ہاتھ تو ایسے ہیں کہ ''جس کو ہو جان و دل عزیز، اس کی گلی میں جائے کیوں!''

حکومتی کرسی پر بیٹھے تو شب و روز بدل چکے ہیں۔ شاہ محمود قریشی نے فرمایا: ''آج پاکستان مغرب کا محبوب نہیں رہا۔'' محبوبیت والی غلط فہمی پالی کیوں؟ جیسے شیطان کسی بھی انسان کا دوست نہیں ہوتا، بنی نوع آدم کا ازلی دشمن، اسی طرح مغرب کسی مسلمان کا دوست نہیں ہو سکتا۔ سارے اہل دین، دہشت گرد قرار دلوا لیے۔ ڈرون حملے آپریشن کروا کر علاقے تباہ، آبادیاں دربدر کروا دیں، معیشت تباہ حال چھوڑی۔ مطلب پورا ہوا۔ اب طوطا چشم پھر سے اڑ کر بھارتی ڈال پر بیٹھا راگ الاپے تو قصور کس کا! ریاست مدینہ والوں کی بات کرنے والوں نے قرآن اور سیرت پڑھی ہوتی تو یہ غلط فہمی کبھی نہ ہوتی۔ قرآن نے یہ بات اتنی مرتبہ دہرائی کہ دو کے پہاڑے کی طرح ازبر ہو جاتی، اگر پڑھا ہوتا!

یہ امر بہرطور اطمینان بخش ہے کہ عمران خان نے عوامی احساسات و جذبات کی شدت اور حدت کو محسوس کر کے شانِ رسالت ﷺ پر مضبوط موقف کا اظہار کیا ہے: ''مغرب میں لوگوں کو معلوم ہی نہیں کہ ہمارے دلوں میں نبی ﷺ کے لیے کتنا پیار ہے۔ گستاخانہ مقابلے ناقابل برداشت ہیں۔'' وزیر اعظم صاحب! یہ آپ کی سادہ لوحی ہے۔ وہ خوب جانتے ہیں اور جان بوجھ کر اپنی پوری تاریخ میں یہی کرتے چلے آئے ہیں۔ کعب بن اشرف ملعون سے ریجینالڈ اور سلمان رشدی تک۔ آخر رشدی کو ملکہ برطانیہ نے سر کا خطاب دیا اور ہاتھوں ہاتھ لیا (اب امریکہ کی گود میں بیٹھا ہے) تو بلا سبب تو نہیں۔ ان کے ہاں صرف خنزیروں کے فارم ہاؤس ہی نہیں ہوتے، سلمان رشدی اور گیئرٹ ولڈرز جیسوں کے باڑے بھی بہ صد اہتمام رکھے جاتے ہیں۔ اس میں پورا مغرب یک زبان ہے۔ تہذیب کی دعوے داری میں اجڈ، گنوار ہونے کے کریہہ، گھناؤنے مظاہر! (**اللھم صلی علیٰ سید القاھرین علیٰ اعداء الدین**)۔ بالآخر ملعون گیرٹ ولڈرز نے خاکوں کا مقابلہ ترک کرنے کا اعلان کر دیا۔ موت کی دھمکیاں اور پاکستانی علم الدین کے عزائم کارگر ہوئے۔ دنیا بھر میں مسلمان اور عمران خان عنداللہ بھی سرخرو ہوئے۔

نئی حکومت کو بہت کچھ یوں بھی سننا پڑ رہا ہے کہ طویل عرصہ جدوجہد کے دوران ڈی جے کی دھنوں پر مخلوط ہلا گلا جلسے چلے۔ اب یکایک ریاست مدینہ کا مقدس عنوان تو آپ بول گئے، تاہم عید کی نماز تک پر سوالیہ نشان ہی رہے۔ یہ بھاری پتھر چوم کر ایک طرف رکھ دیں تو بہتر ہے۔ ہر قدم سکیورٹی خدشات کا اظہار؟ ریاست مدینہ کو کم دشمن درپیش نہ تھے۔ سیدنا عمرؓ و علیؓ تو شہید کیے گئے تھے۔ تاہم نہ نماز سے رکے۔ (تمام نمازیں انہی کی امامت میں ہوتیں) نہ ہٹو بچو منظر بنے۔ اوقات کار نو تا پانچ بجے اور ہفتہ اتوار کی چھٹی۔ ہفتہ یہود کی عبادت اور اتوار عیسائی عبادت کا دن۔ البتہ ہمارے جمعے کے دن دفاتر، سکولوں کالجوں کے باہر ایک بجے تک آمد و رفت ہی کے مناظر ہوتے ہیں۔ داخلہ خارجہ پالیسی پر ریاست مدینہ؟ یہود و منافقین یک جان دو قالب رہے اور والیٔ ریاست ﷺ کو ان پر شدید ہونے کا حکم رہا۔ قرآن کفر کے مفادات کے تحفظ اور دوستی کی بنا پر جسے منافق قرار دیتا ہے، رینڈ کارپوریشن کی ڈکٹیشن کے تحت کفر اسے ''ماڈریٹ'' کہہ کر اس پر پیسہ اور محبت نچھاور کرتا ہے۔ فلاحی مملکت؟ تری

آواز کے اور مدینے! لوٹی ہوئی دولت سیاستدانوں، بیوروکریٹس، جرنیلوں کی واپس لائیں۔ (مشرف آئے نہ آئے ہمارا مال لوٹائے) کچھ ملکی معیشت کی ٹوٹی کمر کو پلستر لگائیں۔ باقی عوام کے آنسو پونچھنے کو تولئے خریدیں۔

قرضے نہ لینے کا عزم بہت خوب۔ ریاست مدینہ کے بڑوں کے پیٹ پر فاقوں سے پتھر بندھے تھے۔ انہی مقدس، دنیا وآخرت کے وی وی آئی پی ہاتھوں نے خندق کھودی تھی۔ کدال کی ضرب سے نکلتی چنگاریوں میں قیصر وکسریٰ کے محلات کا وعدہ ملا تھا، جو نہ خواب تھا نہ سراب۔ جہاں نبی ﷺ اور صحابہؓ کا خون اور پسینہ ٹپکا، اسی سرزمین میں بدترین دشمن، بنوقریظہ کے یہودی اپنی سازشوں سمیت دفن ہوئے تھے۔ ایٹمی پاکستان کو کم چیلنج درپیش نہیں۔ ریاست مدینہ کا خواب دیکھنے والے اقبال کو نصابوں میں تو بحال کر دیجیے۔ ایک نسل اس پیغام کو وصول اور قبول کرے گی تو شاید سیرت وکردار میں کوئی تبدیلی واقع ہو۔ قائداعظم؟ ایک سوتقاریر سچائی کے ساتھ خلافت راشدہ اور قرآن کا نظام لانے پر کیں۔ عمر نے وفا نہ کی، ورنہ اُن کے اخلاص کی گواہی مولانا اشرف علی تھانویؒ نے دیتے ہوئے اپنے مریدین کو تحریک پاکستان کا ساتھ دینے پر مامور کیا۔

دجالی دور میں تو مسلم دنیا یوں یہود ونصاریٰ وہنود دبوچے ہوئے ہیں کہ حرم میں حق کی آواز بلند کرنے والے علماء ہزاروں کی تعداد میں جیلوں میں ہیں۔ شیوخ سفرالحوالی، سلمان العودہ، عودالقرنی جیسے علمائے حق (جن کے لاکھوں متبعین سوشل میڈیا پر ہیں) سمیت۔ تازہ ترین احمد بن حنبلؒ کا بیٹا حق گوئی کی پاداش میں شیخ صالح الطالب، امام کعبہ ہیں۔ یہ اسیری؟

مشک اذفر چیز کیا ہے اک لہو کی بوند ہے
مشک بن جاتی ہے ہوکر نافۂ آہو میں بند!

(مفاداتی سیاست کی اسیری نہیں، حق گوئی کی پاداش میں اسیری) 30 اگست لاپتگان، ریاستی اغواشدگان کا دن تھا۔ تاہم لواحقین امیدیں نہ لگائیں۔ یہ مگرمچھوں کے آنسو بہانے کا عالمی دن ہے۔) مظلوموں کو نگلتے بھی جائیں گے۔) اللہ کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں۔ ان گھناؤنے جرائم پر گرفت کا دن تو آئے گا۔ سکرینوں پر حقائق سامنے لائے جائیں گے۔ پھر 'اس دن اللہ جیسا باندھے گا ویسا باندھنے والا کوئی نہیں۔'' (الفجر)

❁❁❁

اسلامی ہجری کیلنڈر کی ابتدا کب سے ہوئی؟

ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی سنبھلی
www.najeebqasmi.com

محرم الحرام اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے یعنی محرم الحرام سے ہجری سال کا آغاز اور ذوالحجہ پر ہجری سال کا اختتام ہوتا ہے۔ نیز محرم الحرام ان چار مہینوں میں سے ایک ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے حرمت والے مہینے قرار دیا ہے۔ اس ماہ کو حضور اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا مہینہ قرار دیا ہے۔ یوں تو سارے ہی دن اور مہینے اللہ تعالیٰ کے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کرنے سے اس کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔ ماہ محرم کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ اس مہینے کا روزہ رمضان المبارک کے بعد سب سے افضل ہے۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ میں حضور اکرم ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، ایک صاحب نے آکر پوچھا یارسول اللہ ﷺ! رمضان کے مہینہ کے بعد کس مہینے کے روزے رکھنے کا آپ مجھے حکم دیتے ہیں تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اگر رمضان کے مہینہ کے بعد تم کو روزہ رکھنا ہو تو محرم کا روزہ رکھو اس لیے کہ یہ اللہ کا مہینہ ہے۔ اس میں ایک دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کی توبہ قبول کی اور دوسرے لوگوں کی توبہ بھی قبول فرمائیں گے۔'' (ترمذی) جس قوم کی توبہ قبول ہوئی وہ قوم بنی اسرائیل ہے جیسا کہ اس کی وضاحت حدیث میں ہے کہ عاشورہ کے دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو فرعون اور اس کے لشکر سے نجات دی تھی۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسلامی سال کی ابتدا ماہ محرم الحرام سے ہی کیوں کی گئی؟ جبکہ نبی اکرم ﷺ کی ہجرت مدینہ منورہ کی طرف ماہ ربیع الاوّل میں ہوئی تھی۔ جواب سے پہلے چند ایسے امور کا ملاحظہ فرمائیں جن کے متعلق تقریباً تمام مؤرخین متفق ہیں:

(1) ہجری سال کا استعمال نبی اکرم ﷺ کے عہد میں نہیں تھا، بلکہ حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں صحابۂ کرام کے مشورے کے بعد 17 ہجری میں شروع ہوا۔

(2) ہجری سال کے کیلنڈر کا افتتاح اگرچہ حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں ہوا تھا، مگر تمام بارہ اسلامی مہینوں کے نام اور ان کی ترتیب نہ صرف نبی اکرم ﷺ کے زمانے، بلکہ عرصۂ دراز سے چلی آرہی تھی اور ان بارہ مہینوں میں سے حرمت والے چار مہینوں (ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم الحرام اور رجب المرجب) کی تحدید بھی زمانہ قدیم سے چلی آرہی تھی۔ اللہ تعالیٰ اپنے پاک کلام میں ارشاد فرماتا ہے: ''مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک کتاب اللہ میں بارہ کی ہے اسی دن سے جب سے آسمان وزمین کو اس نے پیدا کیا ہے، ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں۔'' (التوبہ:36)

(3) اسلامی کیلنڈر (ہجری) کے افتتاح سے قبل عربوں میں مختلف واقعات سے سال کو موسوم کیا جاتا تھا۔ جس کی وجہ سے عربوں میں مختلف کیلنڈر رائج تھے اور ہر کیلنڈر کی ابتدا محرم الحرام سے ہی ہوتی تھی۔

اب جواب عرض ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کے زمانۂ خلافت میں جب ایک نئے اسلامی کیلنڈر کو شروع کرنے کی بات آئی تو صحابۂ کرام نے اسلامی کیلنڈر کی ابتدا کو نبی اکرم ﷺ کی ولادت یا نبوت یا ہجرت مدینہ سے شروع کرنے کے مختلف مشورے دیے۔ آخر میں صحابۂ کرامؓ کے مشورہ سے ہجرت مدینہ منورہ کے سال کو بنیاد بنا کر ایک نئے اسلامی کیلنڈر کا آغاز کیا گیا۔ یعنی ہجرت مدینہ منورہ سے پہلے تمام سالوں کو زیرو (Zero) کر دیا گیا اور ہجرت مدینہ منورہ کے سال کو پہلا سال تسلیم کرلیا گیا۔ رہی مہینوں کی ترتیب تو اس کو عربوں میں رائج مختلف کیلنڈر کے مطابق رکھی گئی یعنی محرم الحرام سے سال کی ابتدا۔ غرض یہ ہے کہ عربوں میں محرم الحرام کا مہینہ قدیم زمانے سے سال کا پہلا ہی مہینہ رہتا تھا، لہٰذا اسلامی سال کو شروع کرتے وقت اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی۔ اس طرح ہجرت مدینہ منورہ سے نیا اسلامی کیلنڈر تو شروع ہوگیا، مگر مہینوں کی ترتیب میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی۔

سورج کے نظام سے عیسوی کیلنڈر میں 365 یا 366 دن ہوتے ہیں، جبکہ ہجری کیلنڈر میں 354 دن ہوتے ہیں۔ ہر کیلنڈر میں 12 ہی مہینے ہوتے ہیں۔ ہجری

کیلنڈر میں مہینہ 29 یا 30 دن کا ہوتا ہے جبکہ عیسوی کیلنڈر میں سات مہینہ 31 دن کے، چار ماہ 30 دن اور ایک ماہ 28 یا 29 دن کا ہوتا ہے۔ سورج اور چاند دونوں کا نظام اللہ ہی نے بنایا ہے۔ شریعت اسلامیہ میں متعدد عبادتیں ہجری کیلنڈر سے مربوط ہیں۔ دونوں کیلنڈر میں 10 یا 11 روز کا فرق ہونے کی وجہ سے بعض مخصوص عبادتوں کا وقت ایک موسم سے دوسرے موسم میں تبدیل ہوتا رہتا ہے۔ یہ موسموں کی تبدیلی بھی اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے۔ ہمیں اس پر غور کرنا چاہیے کہ موسم کیسے تبدیل ہو جاتے ہیں اور دوسروں کو بھی اس پر غور وخوض کرنے کی دعوت دینی چاہیے۔ ظاہر ہے کہ یہ صرف اور صرف اللہ کا حکم ہے جس نے متعدد موسم بنائے اور ہر موسم میں موسم کے اعتبار سے متعدد چیزیں بنائیں، جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: ”بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور رات دن کے باری باری آنے جانے میں اُن عقل والوں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں۔ جو اُٹھتے بیٹھتے اور لیٹے ہوئے (ہر حال میں) اللہ کو یاد کرتے ہیں، اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق پر غور کرتے ہیں، (اور انہیں دیکھ کر بول اٹھتے ہیں کہ) اے ہمارے پروردگار! آپ نے یہ سب کچھ بے مقصد پیدا نہیں کیا۔ آپ (ایسے فضول کام سے) پاک ہیں۔ پس دوزخ کے عذاب سے بچا لیجیے۔“ (آل عمران 190، 191)

ہم نئے ہجری سال کی آمد پر عزم مصمم کریں کہ زندگی کے جتنے ایام باقی بچے ہیں ان شاء اللہ اپنے مولا کو راضی رکھنے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔ ابھی ہم بقید حیات ہیں اور موت کا فرشتہ ہماری جان نکالنے کے لیے کب آ جائے، معلوم نہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: پانچ امور سے قبل پانچ امور سے فائدہ اٹھایا جائے۔ بڑھاپہ آنے سے قبل جوانی سے۔ مرنے سے قبل زندگی سے۔ کام آنے سے قبل خالی وقت سے۔ غربت آنے سے قبل مال سے۔ بیماری سے قبل صحت سے۔ (مستدرک الحاکم ومصنف بن ابی شیبہ)

اسی طرح حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن کسی انسان کا قدم اللہ تعالیٰ کے سامنے سے ہٹ نہیں سکتا یہاں تک کہ وہ مذکورہ سوالات کا جواب دے دے: زندگی کہاں گزاری؟ جوانی کہاں لگائی؟ مال کہاں سے کمایا؟ یعنی حصول مال کے اسباب حلال تھے یا حرام۔ مال کہاں خرچ کیا؟ یعنی مال سے متعلق اللہ اور بندوں کے حقوق ادا کیے یا نہیں۔ علم پر کتنا عمل کیا؟

میرے عزیز بھائیو! ہمیں اپنی زندگی کا حساب اپنے خالق ومالک ورازق کو دینا ہے جو ہماری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے، جو پوری کائنات کا پیدا کرنے والا اور پوری دنیا کے نظام کو تن تنہا چلا رہا ہے۔

ہمیں گزشتہ 354 دن کے چند اچھے دن اور کچھ تکلیف دہ لمحات یاد رہ گئے ہیں باقی ہم نے 354 دن اس طرح بھلا دئے کہ کچھ ہوا ہی نہیں۔ غرضیکہ ہماری قیمتی زندگی کے 354 دن ایسے ہو گئے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ حالانکہ ہمیں ہجری سال کے اختتام پر یہ محاسبہ کرنا چاہیے کہ ہمارے نامۂ اعمال میں کتنی نیکیاں اور کتنی برائیاں لکھی گئیں۔ کیا ہم نے امسال اپنے نامۂ اعمال میں ایسے نیک اعمال درج کرائے کہ کل قیامت کے دن ان کو دیکھ کر ہم خوش ہوں اور جو ہمارے لیے دنیا وآخرت میں نفع بخش بنیں؟ یا ہماری غفلتوں اور کوتاہیوں کی وجہ سے ایسے اعمال ہمارے نامہ اعمال میں درج ہو گئے جو ہماری دنیا وآخرت کی ناکامی کا ذریعہ بنیں گے؟ ہمیں اپنا محاسبہ کرنا ہوگا کہ امسال اللہ کی اطاعت میں بڑھوتری ہوئی یا کمی آئی؟ ہماری نمازیں، روزے اور صدقات وغیرہ صحیح طریقہ سے ادا ہوئے یا نہیں؟ ہماری نمازیں خشوع وخضوع کے ساتھ ادا ہوئیں یا پھر وہی طریقہ باقی رہا جو بچپن سے جاری ہے؟ روزوں کی وجہ سے ہمارے اندر اللہ کا خوف پیدا ہوا یا صرف صبح سے شام تک بھوکا رہنا؟ ہم نے یتیموں اور بیواؤں کا خیال رکھا یا نہیں؟ ہمارے معاملات میں تبدیلی آئی یا نہیں؟ ہمارے اخلاق نبی اکرم ﷺ کے اخلاق کا نمونہ بنے یا نہیں؟ جو علم ہم نے حاصل کیا تھا وہ دوسروں کو پہنچایا یا نہیں؟ ہم نے اپنے بچوں کی ہمیشہ ہمیش کی زندگی میں کامیابی کے لیے کچھ اقدامات بھی کیے یا صرف ان کی دنیاوی تعلیم اور ان کو دنیاوی سہولیات فراہم کرنے کی ہی فکر کرتے رہے؟ ہم نے امسال انسانوں کو ایذائیں پہنچائی یا ان کی راحت رسانی کے انتظام کیے؟ ہم نے یتیموں اور بیواؤں کی مدد بھی کی یا صرف تماشہ دیکھتے رہے؟ ہم نے قرآن کریم کے ہمارے اوپر جو حقوق ہیں وہ ادا بھی کیے یا نہیں؟ ہم نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی یا نافرمانی؟ ہمارے پڑوسی ہماری تکلیفوں سے محفوظ رہے یا نہیں؟ ہم نے والدین، پڑوسی اور رشتہ داروں کے حقوق ادا کیے یا نہیں؟

❀❀❀

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ ”مسجد جامع القرآن گلی نمبر 22 فاروق آباد شرقی ہارون آباد روڈ بہاولنگر“ میں

23 تا 29 ستمبر 2018ء (بروز اتوار نماز عصر تا بروز ہفتہ نماز ظہر)

مبتدی تربیتی کورس

اور

28 تا 30 ستمبر 2018ء (بروز جمعۃ المبارک نماز عصر تا بروز اتوار نمازِ ظہر)

امراء ونقباء تربیتی ومشاورتی اجتماع

کا انعقاد ہو رہا ہے، زیادہ سے زیادہ رفقاء اس میں شامل ہوں،

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0322-8730320 / 0334-8639639

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: (042)35473375-79

حسن البناؒ شہید اور تحریک اخوان المسلمون

مفتی محمد صادق حسین قاسمی

اللہ تعالیٰ کا نظام بڑا خوب ہے وہ وقتاً فوقتاً ایسے افراد کو پیدا کرتا ہے جو اصلاح ورشد کا مینارہ نور، اخلاق و کردار کا کوہِ ہمالہ، دعوت وارشاد اور تبلیغ کا دُرِ نایاب ہوتے ہیں اور ایک فرد کا سوزِ دل اور روح کی بے قراری ایک عالم کے لیے انقلاب کا ذریعہ بن جاتی ہے، اور وہ الحاد و بے دینی اور خدا فراموشی کے تیرہ وتاریک ماحول میں چراغِ ہدایت بن کر جگمگاتا ہے۔ آفتاب کی طرح اس کی کرنیں پوری دنیائے انسانیت پر چھا جاتی ہیں۔ دیوانہ وار لوگ اس کے گرد پروانے کی طرح جمع ہوجاتے ہیں۔ اس کے ایثار واخلاق کے گرویدہ ہوجاتے ہیں۔ اس کی زبان سے نکلنے والا ایک ایک جملہ قلب کی دنیا میں تموج برپا کردیتا ہے۔ محبت اور ہمدردی میں ڈوبی گفتگو زندگی کے رخ کو بدل دیتی ہے۔ سادگی، تواضع وانکساری اس کی عظمت کو مزید دوبالا کردیتی ہے اور تنہا ایک انسان وہ حیرت انگیز کارنامہ انجام دیتا ہے جو بڑی بڑی جامعات اور اکیڈمیاں بھی انجام دینے سے بسااوقات قاصر رہتی ہیں۔ چنانچہ عالم اسلام کی ان ہی عظیم المرتبت اور ہمہ جہات شخصیات میں ایک مثالی اور انفرادی شخصیت امام حسن البنا شہیدؒ کی بھی ہے۔ جو نگاہِ بلند کے حامل، سخن دلنواز کے مالک، جاں پُرسوز سے مالا مال تھے، جنہوں نے مصر کی سرزمین میں اصلاح وانقلاب کی صدا کو بلند کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے آپ کی آواز عرب وعجم میں پھیل گئی۔ حق پرستوں اور دین کے متوالوں کا ایک ایسا قافلہ تیار ہوگیا جو اعلائے اسلام کے جذبے سے سرشار ہوکر، اقامت دین کی جدوجہد کے لیے تن من کی بازی لگانے والا بن گیا۔ خوبیوں اور کمالات کے پیکر حسن البناؒ نے نہایت منظم اور مستحکم طور پر دین کی محنت شروع کی اور طوفانِ مغرب کی ہلاکت خیز موجوں سے انسانیت کو بچانے اور دینِ اسلام کی ٹھنڈی چھاؤں میں پروان چڑھانے کے لیے کام کا آغاز کیا۔

حسن البناؒ کی شخصیت

حسن البناؒ کی ولادت 1906ء میں مصر کی بستی محمودیہ میں ایک دیندار گھرانہ میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد عبدالرحمٰن البناؒ حدیث وفقہ میں کامل دسترس رکھنے والے تھے۔ پیشہ کے اعتبار سے گھڑی ساز تھے لیکن علم دین کی خدمت میں ہمہ تن مصروف رہتے اور مختلف علمی کام انجام دیئے۔ والدین کی تربیت نے بچپن ہی سے صلاح وتقویٰ کے راستہ پر گامزن کردیا تھا، ابتدائی دور ہی سے منکرات سے نفرت اور معروف کی رغبت وعمل آوری کا جذبہ بھرا ہوا تھا اور زمانۂ طالب علمی میں اپنے دوستوں کے حلقے میں اسی جہت سے محنت بھی شروع کردی تھی۔ بے حیائی کی روک تھام، اور خدا بے زاری کے خلاف سینہ سپر ہوچکے تھے۔ اسکول کے ہی دور میں اصلاح کی غرض سے "جمعیۃ منع المحرمات (انجمن انسداد محرمات) جمعیۃ مکارم الاخلاق، وغیرہ تنظیموں کی بنیاد ڈال دی تھی جو دراصل آپ کے روشن مستقبل اور آئندہ کے امام انقلاب ہونے کا پیغام دے رہی تھیں۔ سولہ سال کی عمر میں آپ قاہرہ کے دارالعلوم میں داخل ہوئے اور 1927ء میں گریجویشن کی تکمیل کی اور فراغت کے بعد وزارت تعلیم نے آپ کو اسماعیلیہ میں مدرس متعین کیا۔ 1926ء میں ملازمت سے مستعفی ہوئے اور مکمل اخوان المسلمون کے استحکام اور توسیع کے لیے اپنی زندگی کو وقف کردیا۔

البناؒ کی شخصیت جہد مسلسل اور عمل پیہم کا نام تھی، دن کے اوقات میں انسانوں کی اصلاح وتربیت، عقائد وافکار کی درستگی کے لیے شہروں اور دیہاتوں کے چکر لگاتے، رات کی تنہائیوں میں رب العالمین سے راز ونیاز اور آہ وزاری کا معمول تھا۔ تزکیہ وتربیت کا خوب اہتمام فرماتے اور اپنی تنظیم کی بنیادی چیزوں میں اس کو بھی شامل کیا۔ رذائل سے نفس کی اصلاح اور تقویٰ سے آراستگی کی بہت فکر تھی، سادگی وتواضع کے حسین پیکر تھے۔ تکلفات سے پاک اور ظاہری شان وشوکت کی تمام اداؤں سے بے نیاز تھے۔ اپنی محنت پر پورا یقین رکھنے والے اور اس کے نتائج خیر سے مطمئن رہنے والے تھے۔ خطیبانہ شان بھی اللہ تعالیٰ نے عطا کی تھی، دل کی گہرائیوں سے دردِ دل پیش کرتے کہ سامعین کبھی تڑپ کر اشکبار بھی ہوجاتے اور کبھی بے قراریوں میں مچلنے لگتے، ایمانی فراست، حسن تدبیر، معاملہ فہمی، دقت نظری، اصابت رائے، خوش خلقی، نفس کی پاکیزگی، انسانیت کی ہمدردی، غرض یہ کہ میر کارواں کی تمام تر صفات اللہ تعالیٰ نے آپ میں جمع کررکھی تھی، اور ایک کامیاب قائد ورہبر کے اوصاف مجتمع تھے۔

مفکر اسلام مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نہایت جامع انداز میں آپ کا تعارف کرواتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ: اللہ تعالیٰ نے اس رجل رشید اور فرزند فرید میں ایسی قوتیں و صلاحتیں جمع فرمادی تھیں جو انسانی نفسیات اور علم الاخلاق کے ماہرین اور متعدد نقاد ومورخین کے نزدیک متضاد تھیں۔ بے مثال وتابان عقل اعلیٰ درجہ کی فہم وذکاوت، ابلتا ہوا جوش وولولہ، ایمان ویقین سے لبریز دل، قوی روحانیت، فصیح وبلیغ زبان، انفرادی زندگی میں غلو وتقشف سے پاک، زہد وقناعت، حوصلہ مندی وعالی ہمتی، جوش وشوق فراواں سے بھرپور دل، بلند پرواز وعقابی روح رکھنے والی ہمت، سحر آفرین دور بین نگاہ، اپنی دعوت کی روح ومزاج کی حفاظت کا اہتمام، ذاتی معاملات میں حد درجہ تواضع و خاکساری اور اقبال کے اس شعر کا صحیح مصداق:

نگہ بلند، سخن دل نواز، جاں پُر سوز
یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لیے

مولانا مودودیؒ فرماتے ہیں کہ: یہی وہ مرد مجاہد ہے جس نے اخوان جیسی زبردست تحریک کی داغ بیل ڈالی۔ اس نے ہزارہا انسانوں کی کایا پلٹ دی۔ ان کے اندر جہاد وسرفروشی کی روح پھونک دی اور ایک ایسے مومن، باعزم اور فولاد صفت نسل تیار کی کہ دشمنان اسلام نے اگرچہ جوروستم کے بے تکان تیر چلائے اور جبر وتشدد کی خوب بھٹیاں دہکائیں مگر وہ جادۂ حق سے نہ ہٹے اور شان کے ساتھ تحریک اسلامی کا پرچم لہراتے رہے۔ اقامت دین کے لیے آخری سانس تک خود بھی ابتلاء وآزمائشوں کی بھٹیوں میں جلتے رہے، اسلام کی تبلیغ کے لیے ہرممکن تگ ودو کرتے رہے۔ اور جب آپ کا لگایا ہوا پودا تناور درخت بن گیا، برگ وبار ظاہر ہوئے۔ حق پرستوں کی ایک مضبوط جماعت شریکِ سوز وساز ہوگئی اور ایمانی جذبات سے لبریز مکمل تنظیم وجود میں آگئی تو باطل کی آنکھوں میں عداوت ودشمنی کا ایسا نشہ سوار ہوگیا کہ وہ حسن البناؒ کو آخر جام شہادت نوش کرنے پر ہی مجبور کیا۔ 1949ء میں رات کی تاریکی میں امام حسن البناؒ کو سربازار شہید کیا گیا، اور

آپ کے اکثر باوفا مخلص رفقاء وکارکنان جیل کی سلاخوں میں محبوس تھے ۔ رات ہی کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں خاموشی کے ساتھ آپ کے جنازہ کو لے جانے کا حکم دیا گیا۔ آپ کے بوڑھے باپ نے غسل دیا اور گھر کی چار عورتوں نے کاندھا دے کر سپرِ خاک کیا ۔ایک انگریز صحافی روبر جاکسون نے بڑے ہی عجیب انداز میں آپ کی شہادت کو ذکر کیا کہ: لیڈروں کے گروہ میں شیخ حسن البناء منفرد و یگانہ تھے لہٰذا ان کی موت بھی سب سے نرالی ہوئی ۔رات کی تاریکی میں قتل کیے گئے...... والد نے نماز جنازہ پڑھی اور گھر کی عورتوں نے جنازہ کو کاندھا دیا ،شہادت کے بعد راتوں رات دفن کیے گئے ،گھر والوں کو اس حادثہ جانکاہ کے اعلان و اطلاع کی اجازت نہیں ملی ،اس رات قاہرہ میں نہایت خوف و ہراس کی فضا چھائی ہوئی تھی ،یہ کوئی حیرت کی بات نہ تھی ۔جو شخص ظلم و جور اور باطل سے ٹکرائے ، امام ابوحنیفہؒ ،امام مالکؒ ،امام احمد بن حنبلؒ اور ابن تیمیہؒ کے راستے پر چلے ،حالات سے لڑے ۔اس کی موت تو ایسے ہی انوکھے ، خوفناک اور انتہائی دردناک صورت میں آنی چاہیے ،جب ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ مخالفین کے دل دہلاتا تھا تو یہ بھی ضروری تھا کہ ان کی موت بعد کی نسلوں کے دل دہلاتی رہے۔

اخوان المسلمون کی بنیاد

جس وقت مصر کی تاریخی سرزمین میں ایمان فروش قلم کاروں اور زرخرید مصنفوں کی زہر افشانیوں کی وجہ سے اسلام اور عاملین اسلام کے لیے نئے نئے فتنے پیدا ہونے لگے ،قرآن کریم کو ہدف تنقید بنایا جانے لگا، اسلامی احکامات کا مذاق اڑایا جانے لگا اور تعلیمات رسولؐ پر تنگ نظری کے تیر برسائے جانے لگے اور مختلف کتابیں لکھ کر ذہنوں کو اسلام کے خلاف اکسایا جانے لگا۔ ان پُر فتن حالات میں سخت ضرورت تھی کہ اسلام کی صحیح ترجمانی کی جائے۔ مغربیت کے افکار و نظریات کی مسموم فضاؤں کے رخ موڑے جائیں ،اور عقیدہ وایمان کی حفاظت کے لیے میدان عمل میں سرگرم ہوا جائے ۔چنانچہ اسی عظیم خدمت کے لیے پیدا کیے جانے والے حسن البناؒ کی بے چین روح نے حالات کو بھانپتے ہوئے ،ایمان و اسلام کی حفاظت ، اور اللہ کی سرزمین پر اس کی حکومت کو قائم کرنے کے لیے 1928ء میں تاریخ اسلامی کی ایک عظیم تنظیم الاخوان المسلمون کی بنیاد رکھی ۔اخوان المسلمون نے بہت جلد اپنے بانی کے پاکیزہ جذبات اور ایمانی خیالات کی وجہ سے ہر طبقہ میں قبولیت حاصل کر لی ،اور لوگ اس کی حیرت انگیز ایمانی کیفیات کی بنا پر اس سے وابستہ ہونے لگے ۔تعلیم یافتہ افراد اور پیشہ ور حضرات ،شہر کے رہنے اور دیہات وغیرہ میں زندگی بسر کرنے والے تمام لوگ ایمان کی چنگاری کو شمع بنانے اور حمیت ایمانی سے تازہ دم رہنے کے لیے اخوان المسلمون کے حلقہ تذکیر و وعظ میں شریک ہونے لگے ۔حسن البناؒ کی ایمان افروز تقاریر ان کے خفتہ ایمان کو جگانے لگیں ،مختلف شعبوں میں ایمانیات کو زندہ کرنے لگیں۔

حسن البناؒ ہر میدان میں دین کو زندہ کرنا چاہتے تھے ۔سیاست ہو کہ معیشت ،تجارت ہو کہ معاملات ،ہر شعبے میں اسلامی تعلیمات کا احیا سب سے بڑا نصب العین تھا۔ 1933ء سے لے کر 1939ء تک اخوان المسلمون نے مقبولیت بھی حاصل کی اور اپنے اثر و رسوخ کو بھی قائم کیا، 1939ء سے باضابطہ سیاست کے میدان میں اخوان نے قدم رکھے ۔کیوں کہ حسن البناؒ دین کو سیاست سے جدا کرنا نہیں چاہتے تھے بلکہ سیاست میں اخلاقی قدروں کو زندہ کرنا اور اس کو بھی تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں انجام دینے کا عزم رکھنے والے تھے ۔چنانچہ 1939ء سے لے کر 1945ء تک اخوان نے میدان سیاست میں سرگرم کردار ادا کیا جس کے نتیجہ میں بڑے صبر آزما مراحل سے بھی گزرنا پڑا اور ابتلا و آزمائشوں سے بھی دو چار ہونا پڑا، مخالفین کی ایذارسانیاں بھی جھیلنی پڑیں ۔اس کے بعد تیسرا مرحلہ اخوان کا 1945ء سے لے کر 1948ء کا ہے جس میں اخوان کا حلقہ پورے عرب میں پھیل گیا اور مختلف خطوں میں اس کی شاخیں قائم ہو گئیں۔

حسن البناؒ نے صاف اعلان کر دیا تھا کہ یہ راستہ خاردار ہے، کانٹوں سے گزر کر منزل کی جانب جانا پڑے گا۔ حق پرستوں کو تو ہمیشہ ہی خاردار راہوں سے گزرنا پڑتا رہا ہے ،امام نے چونکہ اسی راستہ کا انتخاب کیا تھا، اس لیے وہ بھی اور ان کے رفقاء و کارکنان نے بھی بخوشی ان تمام کا استقبال کیا ،حالات و مشکلات نے ان کے قدموں میں تزلزل آنے نہیں دیا ،تکلیفوں اور مصیبتوں کے پہاڑ توڑے گئے لیکن یہ تمام استقامت کا کوہِ گراں بن کر کھڑے رہے، اور ہر بادِ مخالف کو اپنی ایمانی حمیت کے ساتھ پھیرنے میں لگے رہے ، ثابت قدمی کے ساتھ تمام آزمائشوں کا مقابلہ کیا اور ایک مرتبہ پھر مصر کی سرزمین پر اسلام کے علم کو نصب کر دیا اور دنیا کے گوشوں میں ایمانی حرارت کے حامل افراد کو تیار کیا۔

حسن البناؒ کی کوششوں کا مظہر

حسن البناؒ کے کارناموں میں سے ایک اہم کارنامہ یہ بھی ہے کہ انہوں نے اس تحریک کو سنبھالنے والے، اور آپ کے بعد اس کے نظام کو چلانے والے باوفا اور پُرخلوص افراد کی ایک مکمل جماعت تیار کی ۔جو آپ کے متعین کردہ اصولوں کی روشنی میں اس عظیم ذمہ داری کو نبھا سکے ۔جان و دل چھڑکنے والے اور مال و متاع قربان کرنے والے، علم و عمل کی روشنی میں اس کاروان کو آگے بڑھانے والے ، عزیمت کے پیکروں کو تراشا تھا۔ آپؒ کی تحریک میں جید علماء ، باکمال اصحاب علم و فن ،بہترین قلم کاروں ،گفتار کے غازیوں ،رات کے شب زندہ داروں ،اور میدان عمل کے شہسواروں کی ایک کہکشاں جلوہ گر تھی او رآج بھی موجود ہے ۔علامہ سید قطب شہیدؒ جیسے مفسر قرآن ، علامہ عبدالفتاح ابوغدہؒ جیسے محدث، شیخ مصطفی السباعیؒ جیسے دیدہ ور مصنف، مصطفی محمد الطحانؒ جیسے مایہ ناز قلم کار، محمد الغزالیؒ جیسے متبحر عالم دین، کے علاوہ بے شمار اہل علم اس تحریک سے جڑے ہیں ۔اس وقت علامہ یوسف القرضاوی جیسے آفتاب علم اسی فکر سے متاثر موجود ہیں ۔اخوان المسلمون کے بانی اور مرشدِ (قائد) اول تو خود امام حسن البناؒ ہی تھے ۔آپؒ کے بعد اس وقت تک کئی عظیم المرتبت شخصیات نے اس کی قیادت انجام دی اور دے رہے ہیں ۔جن کے نام بالترتیب یہ ہیں (1) شیخ حسن بن اسماعیل الہیضیؒ (2) السید عمر التلسمانی (3) استاذ محمد حامد ابوالنصرؒ (4) استاذ مصطفی مشہورؒ (5) المستشار محمد مامون الہیضیؒ (6) استاذ محمد مہدی عاکف (7) ڈاکٹر محمد البدیع حفظہ اللہ۔

اخوان اپنے روز اول ہی سے دشمنوں کی نگاہ میں کھٹکتی رہی ہے، اسی دن سے اس کے سادہ دل جاں نثاروں اور حق کے علم برداروں پر آلام و مصائب کے پہاڑ توڑے گئے ۔اخوانیوں نے اپنے خونِ جگر سے اس گلشن کو سیراب کیا، اور حق کے میدان کو ہموار کیا جیل کی سلاخوں میں بھی رہے ، تختہ دار پر بھی چڑھے ،بدنوں کو لہولہان بھی کیا، اور بندوقوں کے نشانے پر بھی رہے ، مختلف وقتوں پر کرسی اقتدار پر قابض ہونے والے سنگ دل حکمرانوں نے اخوانیوں پر مظالم کی انتہا کر دی ۔مگر ظلمتوں کے تاریک دور میں بھی یہ چراغ ابھی تک روشن ہے ۔

Out of Darkness, I Came into Light.

A brother's story of journey from Scientology to Judaism, to Islam.

I am ethnically a Russian Jew. My quest began when I was 19 years old. I was recovering from my stint with Scientology. (yes I was brainwashed into it). My belief in God was uncertain. My goals in life were to be a rock star. I was living in my Pasadena apartment and working as a secretary. Funny, I know.

One night I was walking to the kitchen, and encountered a dark fellow. I remembered asking him: "Can I keep this vodka in the fridge tonight?" We shook hands and went to sleep. After that point, my life changed drastically…

This dark fellow, a Muslim, was the first Muslim I had ever met. Extremely curious, I conversed with him about his faith. What's this stuff I hear about praying 5 times a day? And about Holy War? Who is this Muhammad *(SAAW)* guy?

Our talks were accompanied by our Christian roommate, Wade. Together, we created "The Jewish, Christian, and Muslim dialogue sessions". In it, we discovered many differences, and many commonalities.

My interest had then shifted from sex, drugs, and parties, to a massive search for the truth. A search that I had to complete. A search for God. And a search for how to follow Him.

In my quest for the truth, I asked myself: "Ok let's start simple, how many Gods do I think are out there?" I figured only one; knowing that a divided God is weaker than One God; figuring that if one God didn't agree with the other, there might be arguments and feuds. One God was my choice.

Once I opened up my mind to the possibility of the existence of God, I analyzed both atheist and theist beliefs. The thing that directed me to the latter was the quote "Every design has a designer".. With that in mind, eventually I woke up with certainty that God exists. I can't explain why, I just felt it somehow.

This newfound excitement was accompanied by a sense of responsibility to follow the Creator. The world of religion was my next frontier. Then I asked myself, "Where do I start?" There are literally thousands of them. I need a way to narrow them down to a just a few. How do I accomplish such a task ?

"Find the ones that are monotheistic" entered my mind.

"Hey that makes sense, since I believe in only One God."

Ok, then. This ruled out Buddhism and Hinduism, both being polytheistic faiths. The major religions I encountered that fell under the title of Monotheistic were Judaism, Christianity, and Islam. Well since I'm a Jew, I started with Judaism. One God, some prophets, 10 commandments, Torah, Jewish souls…uh, what: "Jewish souls?" "There is no strict concept of hell in Judaism…then why be good? Why not sin?" While doing research, this idea was brought to my attention. The story goes, "if a person is born Jewish, then they have a Jewish soul, and they must follow Judaism." Hold on a sec…that's discrimination, isn't it? That's not universal. So God makes Jewish souls, and Christian souls, and Muslim souls, and Hindu souls? I thought all men are created equal? So, because one is born into a religion that means by the decree of God he must remain in it… even if the person believes it to be false? Hmm…I don't agree with that. Another thing really bothered me…there is no strict concept of hell in Judaism…then why be good? Why not sin? If I don't have fear of strict punishment, then why should I be moral?

Moving on, I discovered Christianity. Ok, one God, a father, a son, and a holy ghost…one more time: one God, a father, a son, and a holy ghost. Uhhh, please explain. How can all those things be one God? 1 + 1 + 1 = 3 right? So how can you say you believe in only one God? Explanation after explanation, equation after equation, comparison after comparison, analogy after analogy, I couldn't grasp this concept. Ok let's keep looking here. Ok, next major doctrine: Jesus died for our sins and he did this because we all are polluted with "Original Sin". So, Jesus Christ, the

"son of God", had to be murdered to save everyone from Hell and cure us of our sin "given" to us by Adam. Ok then, so are you saying that we are all born as sinners? And to sin is to do something wrong, right? Then you're telling me that a one-year old baby is guilty of sin or doing something wrong? Ok that's strange, so based on the actions of one man, all of mankind must suffer? What's the moral of that story? Punish the whole group if one deviates? Why would God create such a rule? That's just not in agreement with my logic. So Jesus died because he "loves mankind". Hold on, it says in the Bible that Jesus said "father, why have you forsaken me?" So, apparently, Jesus didn't understand why he was being brutally murdered. But you just said he "volunteered" to be sacrificed. Anyway, I couldn't accept this belief. Ok, what's the next religion?

Islam means submission. The main beliefs are as follows: One God, worship God five times a day, give 2.5% annual charity, fast during Ramadan (to be closer to God and appreciate life…among other reasons) and finally journey to Makkah for Hajj if you are able financially. Ok, nothing hard to understand so far.

There's nothing that conflicts with my logic here. The Quran is a book with all of these interesting miracles and timeless wisdom. Many scientific facts only discovered recently where proclaimed 1400 years ago in this book.

I realized I would follow Islam at that point. I then became a Muslim.

Ok, Islam had passed my initial religious prerequisites. But I wanted to ask some deep questions about it. Is this religion universal? Yes, anyone can understand these basic beliefs…no analogy or equation are needed. Does it agree with science? Yes, dozens of verses in the Quran agree with modern science and technology. As I shifted through the countless logical facts that I read through and researched, one thing took my attention the most. "Islam". The name of this religion. I noticed it is written many times in this Quran.

However, recalling my prior studies, I didn't remember once seeing the word "Judaism" in the Old Testament or "Christianity" in the New Testament. This was BIG. Why couldn't I find the very name of the religions in those two books? Because, there is no name in these books! Thinking…I noticed that "Judaism" could be broken down to "Juda-ism" and "Christianity" could be respectively "Christ-ianity".

So who is Juda? Or Judah, rather. He was the tribe leader of the Hebrews when God revealed His message to mankind. So this religion was named after…a person. Ok let's look at who Christ is. He was the person who delivered the message of God to the Jews. So this religion was named after…a person.

So in recollection, we can deduct that the names of these religions are people's proper names attached to "ism" and "ianity". Regardless of that fact, the very names of those religions are not mentioned in their scriptures. I thought that was very odd. If I went door to door selling a product, and I said "Would you like to buy this ________"? Wouldn't the logical question be: "What is this ______ called?" I would make no money off of a product without a name. Naming is the very basis which humans identify with objects, both physical and non-physical. If religion is supposed to be practiced and spread to every person on earth, shouldn't there be a NAME for it? Moreover, shouldn't the name be given to us from God Almighty? YES, my point exactly. The names "Christianity" and "Judaism" were not written in the Holy Scriptures. Humans named them, not God. The notion that God would ordain a religion for mankind to follow without a name is impossible for my mind to accept. At that point, both Christianity and Judaism lost their credibility as pure, logical, and complete religions, at least from my perspective. Islam is the ONLY of these religions to include the NAME of the religion in its scriptures. This is so huge for me. I realized I would follow Islam at that point.

I then became a Muslim... I knew the truth... I was out of the darkness... I came into the light...

***Source**: Reading Islam*

"Most Blessed is He who has revealed to His servant, the Criterion of the right and the wrong." ***[Surah al-Furqaan; Verse 1]***

"Say, 'Indeed, my Prayer, my Rites of Sacrifice, my Living and my Dying are for ALLAH, Lord of the Worlds…"

[Surah al-An`am; Verse 162]

Vol: 27 Regd. No. C.P.L NO.114 No.35
Weekly Nida-e-Khilafat Lahore